Vol. III JANUARY-MARCH 1931 Part I

TARIKH

A QUARTERLY JOURNAL OF HISTORY AND ARCHAEOLOGY.

Editor
KHAN SAYYID SHAMS-ULLAH QADRI,
Asst Editor.
SAYYID AHMAD-ULLAH QADRI

CONTENTS

1 *TIMUR, THE GREAT EMPEROR OF ASIA by Nawab Jivan Ya Jang Bahadur, B A., Bar-at-Law, Judge, High Court*

2 *WILL OF AURANGZIB concerning the distribution of dominions*

3 *HABITATION OF MUSALMANS ON THE MALABAR COAST*

REVIEWS

THE QUARTRAINS OF OMAR KHAIYAM, Text and Translation Edited and translated by Dr F Roson, Luzac & Co, London,

MIRAT-E-AHMADI, BY Ali Muhammad Khan, A well Known Histor of Gujrat, Oriental Institute Baroda, Vol. II Persian Text from 1127 to 1174 A H Edited by Syyed Nawab Ali M A. Supplement, Translation in English by C. N. Seddon

YASHTS, A Part of Holy Avista. Text and Persian translation by Agha Poore Dawood, Iranian Zoroastarian Anjuman,

RUQQA'AT-I A'LAMGIR, Edited by Sayyid Najib Ashraf Nadavi M A Vol. I Introduction, Vol II Letters till the beginning of his regin

DIWAN OF MIRZA KAMRAN The Poems of Mirza Kamran son of Babur the Emperor of Hindustan, Edited from the unique Manuscript by M Mahfuz ul-Haq M. A,

DURUR-I-FARSI, Persian Selections for Matriculation by Dr M Nizam-ud-Din Ph. D.

3(9) *MUSALMANS IN SICCILY, by Maulana Muhammed Abd ul Halim Sharar, Dilgudaz Press Lucknow,*

SUPPLEMENT

A HISTORY OF THE A'DILSHAHI DYNASTY OF BIJAPORI Tadhkirat-ul-Muluk of Rafi ud-Din Shirazi. Persian Text.

Printed Published at
THE TARIKH PRESS, KOTLAH AKBAR JAH,
Hyderabad-Deccan.

Annual Subscription Rs. 5 or Shilling 8, Postage Extra, for Govt. Rs. 10

تاریخ

جلد سوم   بابت جنوری و مارچ ۱۹۳۱ء   حصہ نہم

۱ امیر تیمور — نواب جیون یار جنگ بہادر ایم اے۔ بیرسٹر ایٹ لا — ۱

۲ وصیت نامہ — اورنگ زیب عالمگیر درباب تقسیم مملکت — ۴۰

۳ سواحل ملیبار پر اشاعت اسلام — تحفۃ المجاہدین کے باب دوم کا ترجمہ — ۴۱

۴ تبصرے

۱ رباعیات عمر خیام معہ ترجمہ انگریزی — از ڈاکٹر فریدرخ روزن

۲ مراۃ احمدی — تاریخ گجرات

۳ یشتہا — اوستا کا ایک حصہ معہ ترجمہ فارسی

۴ رقعات عالمگیر — مرتبہ مولوی سید نجیب اشرف صاحب ندوی

۵ دیوان کامران — مرتبہ مولوی محمد محفوظ الحق صاحب ایم اے

۶ درر فارسی — مرتبہ ڈاکٹر نظام الدین صاحب پی ایچ ڈی

۷ صقلیہ میں اسلام — از مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر

۸ دیوان مجذوب تبریزی — مرتبہ جناب حکیم نادر علی صاحب رعد

تاریخ کا تبادلہ

۱	اردو	سہ ماہی	انجمن ترقی اردو	اورنگ آباد
۲	ادب	ماہانہ		لکھنؤ
۳	ادبی دنیا	ماہانہ		لاہور
۴	اورینٹل میگزین	سہ ماہی	اورینٹل کالج	لاہور
۵	جامعہ	ماہانہ	ملیہ یونیورسٹی	دہلی
۶	زمانہ	ماہانہ	نیا چوک	کانپور
۷	سائنس	سہ ماہی	انجمن ترقی اردو	اورنگ آباد
۸	عالمگیر	ماہانہ	بازار سید مٹھا	لاہور
۹	مجلہ عثمانیہ	سہ ماہی	عثمانیہ یونیورسٹی	حیدرآباد دکن
۱۰	معارف	ماہانہ	دار المصنفین	اعظم گڈھ
۱۱	ہمایون	ماہانہ	لارنس روڈ	لاہور
۱۲	ہندوستانی	سہ ماہی	ہندوستانی اکاڈیمی	الہ آباد
۱۳	بلوٹین	سہ ماہی	اسکول آف اورینٹل اسٹیڈیز	لندن
۱۴	جرنل آف انڈین ہسٹری			مدراس
۱۵	جرنل آف میسور یونیورسٹی			بنگلور
۱۶	مسلم ریویو		مسلم انسٹی ٹیوٹ	کلکتہ

تاریخ کی دوسری جلد ختم ہوگئی ہے اور اس اشاعت سے جلد سوم کا آغاز ہوا ہے گذشتہ دو جلدوں میں علاوہ مضامین کے تین مستقل کتابیں شایع ہوئی ہیں ۔

۱ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا تذکرہ مصنفین دہلی

۲ ۔ قاضی ناصر الدین بیضاوی کی نظام التواریخ

۳ شیخ زین الدین معبری کی تحفۃ المجاہدین فی بعض اخبار البرتگالیین ان میں سے آخر کی دو کتابیں نہایت نادر و نایاب تھیں اور نہایت سعی و کوشش کے بعد ان کے مخطوطے مہیا ہوئے ہیں ۔

اس اشاعت سے دکن کی مشہور مستند اور نادر الوجود تاریخ "تذکرۃ الملوک" بالاقساط شایع ہوگی اور امید ہے کہ چار حصوں میں مکمل ہو جائے گی اور اس سے دکن کے تاریخی لٹریچر میں ایک گران بہا کتاب کا اضافہ ہوگا ۔

تذکرۃ الملوک' بیجاپور کے سلاطین عادلشاہی کی تاریخ ہے اور اسے سلطان ابراہیم عادلشاہ کے ایما سے ملا رفیع الدین ابراہیم بن نورالدین توفیق شیرازی نے ۱۰۲۰ھ میں تصنیف کیا اور اس میں حسب ذیل نو ابواب ہیں ۔

باب اول ۔ سلاطین بہمنیہ کی تاریخ ابتدا سلطان محمود شاہ کے جلوس تک (۹۲۸ھ)

باب دوم تذکرہ یوسف عادل شاہ

باب سوم تذکرہ اسمٰعیل عادل شاہ

باب چہارم تذکرہ ابراہیم عادل شاہ اور تاریخ راجگان بیجانگر
باب پنجم تذکرہ علی عادل شاہ تاریخ جلوس سے رامراج والی بیجانگر کے حملہ احمد نگر تک ۹۶۶ھ
باب ششم سلاطین گجرات کی تاریخ اکبر کے فتوحات تک سلاطین نظام شاہی اور قطب شاہی کی تاریخ عہد حکومت علی عادل شاہ کے بقیہ واقعات فتح بیجاپور تک ۹۸۲ھ
باب ہفتم افضل خان کی سرگذشت اور علی عادل شاہ کے بقیہ واقعات
باب ہشتم ابراہیم عادل شاہ اور ابراہیم بن برہان نظام شاہ کی تاریخ
باب نہم سلاطین تیموریہ کے حالات بابر سے جہانگیر کے جلوس تک۔ سلاطین صفویہ کی تاریخ خصوصاً شاہ عباس ماضی کا مفصل تذکرہ ۱۰۱۰ھ تک ملک عنبر کا تذکرہ۔ مغارات ایلورا کے حالات دکن پر شاہزادہ پرویز کا حملہ اور اسیر گڈھ کی فتح ۱۰۲۰ھ

امیر تیمور اور نپولین مشرق و مغرب کے دو مشہور کشورکشا ہیں اور ان دونوں نے اپنے جنگی کارناموں کی بدولت تاریخ عالم میں بقائے دوام کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے ہمارے مخدوم محترم جناب نواب حیون یار جنگ بہادر ایم اے بیرسٹر ایٹ لا جج ہائیکورٹ حیدرآباد دکن نے ان کی نسبت ایک مبسوط و مطول مقالہ انگریزی زبان میں سپرد قلم فرمایا ہے۔ اور ان دونوں کے کردار کو باہم مقابلہ کرکے ثابت کیا ہے کہ فاتح مشرق تیمور کے عظیم الشان کارنامے فاتح مغرب نپولین کے کارناموں پر نہ صرف تفوق رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کے باعث جو نتائج ظاہر ہوئے ہیں اون کا اثر نپولین کے کارناموں سے بہت زیادہ دنیا کے لئے مفید و سودمند ثابت ہوا ہے۔ یہ مقالہ تین حصول میں منقسم ہے اور اس کے پہلے حصہ کی ایک قسط کا ترجمہ اس نمبر میں شایع کیا جاتا ہے۔ باقی اجزا آئندہ اشاعتوں میں بالاقساط شایع ہوں گے اور مکمل ہونے کے بعد ان کا ایک نفیس ایڈیشن بصورت کتاب شایع کیا جائے گا

امیر تیمور

از جناب نواب جیون یار جنگ بہادر ام اے بیارسٹر سٹ لا جج ہائیکورٹ حیدرآباد دکن

سنہ ۱۳۳۶ء کا نیا سال ہے اور موسم[1] کا آغاز ہے وسط ایشیا کے میدان سرسبزی، شادابی، زرخیزی سے معمور ہیں، پر فضا مرغزار نظر کے سامنے ہیں، وسیع چراگاہیں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں، جن میں جگہ جگہ سنگین قلعے[2] اور آباد شہر[3] واقع ہیں، ان کی رونق ان کھنڈروں اور میناروں سے دوبالا ہو گئی ہے جو نیلگوں فضا میں سر بفلک نظر آرہے ہیں اور اس دلکش منظر پر نگاہیں خود بخود فریفتہ ہو جاتی ہیں، یہی سرزمین بنی نوع انسان کا گہوارہ ہے، آپ پائے تخت سمرقند کے سب سے بلند مقام پر چڑھ کر ہر چہار سمت نظر دوڑائیے تو وہ تمام ممالک آپ کے

---

[1] وسط ایشیا میں بہترین زمانہ بہار کا موسم ہے جو اپنی دلکشی میں کشمیر اور سوئزرلینڈ سے بھی بڑھ جاتا ہے

[2] وسط ایشیا کے وہ قدیم اور مشہور و معروف قلعے ہیں جو اپنی سنگینی کی بنا پر محاصرہ کرنیوالوں کو ہمیشہ پریشان کرتے ہیں،

[3] ہر شہر میں اونچے اونچے مینار ہیں اور گنبدوں کی اس قدر کثرت ہے کہ گنبد والے شہر کے نام سے موسوم ہو سکتے ہیں۔

سامنے ہوں گے جن کو قسامِ ازل نے تیمور کے حصہ میں لکھا تھا، اول آپ کی نگاہ وسیع برِاعظم[1] کے شمالی مغربی حصّہ پر متوجہ ہوگی۔ جہاں حیرت میں ڈالنے والے بڑے بڑے میدانوں[2] سے واسطہ ہے اور یہ ہزار ہا کوس تک پھیلے ہوئے ہیں اور یہ میدان زمردی گیاہ سے ملبوس ہیں، نسیمِ سحری ان کو گدگداتی ہوئی گزرتی ہے، ان میں ہر طرف دریاؤں کے جال بچھے ہوئے ہیں، آفتاب کی شعاعیں پانی پر پڑتے ہی اس کو منور کر دیتی ہے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا طلائی لڑیاں ہیں جو سطحِ آب پر بچھا دی گئی ہیں ان دریاؤں کے کنارے بے شمار خیمے نصب ہیں خیموں کی کوئی ناقص ترتیب نہیں ہے، بعض جگہ تو چند خیمے ایک ہی مقام پر ہیں اور کچھ لمبی قطاریں دور تک چلے گئے ہیں، ان خیموں کے نزدیک مویشی بے فکری سے چررہے ہیں،

ذرا تخیل سے کام لو تو نگاہ جنوبی و مشرقی علاقہ پر پڑے گی یہ وہ سرزمین ہے جو دریائے سندھ سے سیراب ہوتی ہے، جہاں ان گنت مندر ہیں، دیوی دیوتا نادیدہ و ناشنیدہ زر و جواہر سے مرصّع ہیں ہر باغ ایک عشرت کدہ ہے، ہر گاؤں ایک راحت گاہ ہے ہر محل منزلِ عیش و عشرت ہے، اندر کے اکھاڑے کا نمونہ ہے یا ہندوستان ہے جو حقیقت میں جنت نشان ہے،

اب ہمارا سیاح تعجب سے گنگ ہو کر جنوبی مغربی گوشے پر خوارزم[3] سے

---

[1] برِاعظم ایشیا،

[2] ،، سٹیپین،

[3] خوارزم، ۳۸ تا ۴۰° عرض البلد اور ۵۰ تا ۶۲° طول البلد پر واقع ہے یہ ایک سلطنت تھی جو جیحون کے منبع کے قریب بحرِ خضر کے شرقی کنارے پر واقع تھی اس کا حدود اربعہ شمال میں ملک تاتار جنوب میں خراسان مشرق میں ماوراءالنہر ہے۔

اس طرف نگاہ دوڑاتا ہے تو اسے دجلہ کے کنارے عباسی خلیفہ کی سلطنت[1] دکھائی دیتی ہے، جو رو بزوال ہے اور فرمانروائی کا چراغ گل ہونے کو ہے۔

---

[1] بغداد کا تاراج ہونا اور خلیفہ مستعصم باللہ کا قتل ایسے واقعات ہیں جو زبان زد خاص و عام ہیں ان کے دوبارہ بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں (۶۵۶ھ مطابق ۱۲۵۸ء) خلیفہ حریص نااہل اور ناعاقبت اندیش تھا، بدین سبب مسلمانوں کو یہ سانحۂ عظیم پیش آیا۔ حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ اسلامی تہذیب و تمدن اقطاع عالم کو اپنی شعاعوں سے منور کر رہا تھا اور اسی کے فیض سے ساری دنیا مستفید ہو رہی تھی، خلافت کا برباد ہونا نہ صرف غم انگیز و حزن افزا ہے بلکہ ناقابل تلافی نقصان متصور ہونا چاہیئے، شیخ سعدی نے اس کی بربادی پر ایک بے نظیر لاجواب مرثیہ لکھا تھا اور ہمارے ہندوستانی شاعر حالی نے اپنے مسدس میں ایک نوحہ تحریر کیا ہے، سائکس کا قول صحیح ہے کہ اس اندوہناک اور مہیب تباہی نے صرف سلطنتوں کی ترقی کی گھڑی کی سوئیوں کو ہی نہیں الٹ دیا بلکہ سارے عالم کی ترقی میں بلا کسی مبالغہ یا شک کے رکاوٹ پیدا کر دی، گو دنیا اس صداقت کو تسلیم نہ کرے گی، اور اس قول سے متفق ہونا ممکن نہیں (تاریخ فارس جلد دوم صفحہ ۱۷۵) وہ لانگ فیلو کی ایک عمدہ نظم کیمبلو کا حوالہ دیتا ہے جس میں بہت ہی خوبی سے شعر میں اس خیال کو ادا کیا گیا ہے کہ وہ حریص، دولت پرست شخص گو امیر المومنین جیسے ذی مرتبت اور عالی الشان منصب پر فائز ہے عیش و عشرت، آرام و کاہلی میں زندگی بسر کرتا ہے وہ اس مقدس فریضہ سے غافل ہے کہ رعایا بطور امانت اس کے سپرد ہے، اس نظم کے چند اشعار ہدیۂ ناظرین ہیں۔

جوں ہی کہ ہم دروازہ پر پہونچے، ہم نے ایک مینار دیکھا جو طلائی مینار کہلاتا ہے
یہاں پر خلیفہ بغداد نے اپنی بیشمار دولت اور زر و جواہر مخفی طور پر جمع کئے ہیں
گویا غلہ کا گودام ہے جس میں گیہوں جمع کئے گئے ہیں اور ان کے تودے
لائے گئے ہیں یہ بخیل بادشاہ یہاں چوری چھپے آتا جاتا ہے سونے کے ڈھیر کو

جب سیاح خلافت عباسیہ پر نظر ڈال چکتا ہے تو وہ اس ملک سے بھی ذرا
آگے نظر کو وسیع ہے جہاں کوہ لبنان کی چوٹیاں ہیں اور اس کے دامن میں
سرو شمشاد کا پرستان ہے ان پیاری پیاری پیتوں میں بحری ہوا کے جھونکوں
سے جان پڑ جاتی ہے اب اس کی نگاہیں حیرت افزا نظاروں سے ماندہ ہو جاتی
ہیں اور اس کا تخیل مسحور ہو جاتا ہے وہ خود سمرقند کے قریب ایک دل کش

دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے گویا راز صحت اس میں مضمر ہے، جواہرات پر نظر ڈالتے
ہی باغ باغ ہو جاتا ہے، بھوکی اور حریص آنکھ ان کو تک تک کر سیر ہوتی
ہے یہ جواہرات تو جگنوں کی طرح چمکتے ہیں، یا چیتے کی آنکھیں ہیں جو اندھیری
رات میں چمک رہی ہیں،

میں نے خلیفہ سے کہا تو اب بوڑھا ہو گیا ہے اتنے زر و جواہرات کی کیا
حاجت، یہ بات تیرے شایان شان نہیں ہے کہ یوں جوڑ جوڑ کر دولت
پوشیدہ رکھے ابھی تو جنگ و جدال کی گرم بازاری ہے کاش تو نے ان بیکار
ڈھیروں کی تخم ریزی کی ہوتی کہ وہ آبدار شمشیر کی شکل میں نمودار ہوتے
تیری عزت و عظمت اور شان و شوکت باقی رکھتے یہ سونے کے ٹکڑے اُنہ
گندم نہیں ہیں یہ چاندی کی سلاخیں ہیں اور تو ان کے کھانے سے
عاجز ہے یہ جواہر موتی اور بیش بہا سنگریزے درد و غم محافل کو نہیں
روک سکتے نہ ان سب زر و جواہر میں یہ قوت ہے کہ جب موت تیرے اس
طلائی برج کی سیڑھیوں پر اپنا قدم رکھے تو وہ چڑھنے سے روک دیں
تب میں نے اس اندھیری کوٹھری میں نرگس کو بند کر دیا اور وہاں اس
کو اس کے طلائی چھتے میں چھوڑ دیا کہ خوب شہد سے سیر ہو جائے، ان
سودائی پتھر کی دیواروں سے نہ تو پھر کبھی تو یہ سنائی دی نہ کبھی چیخ و پکار کی

مرغزار پر نگاہ دوڑاتا ہے۔ جہاں شاداب و زمرّدی گیاہ نے فرش مخمل بچھا رکھا ہے جس میں صاف و شفاف پانی کے چشمے رواں ہیں یہ لو! اب ہماری نگاہ ایک چشمے کے کنارے پڑتی ہے جہاں ایک چھوٹا سا قبیلا خیمہ زن ہے۔ اطراف میں گھوڑے بھیڑیں بے فکری سے چر رہے ہیں، عورتوں کی گود میں چھوٹے بچے ہیں، دھوپ میں بیٹھی ہیں، دل فریب بہار کی تر و تازہ ہوا سے لطف اٹھا رہی ہیں، ذرا ادھر تو دیکھو! ایک عورت اپنے بچہ کو چھاتی سے لگائے، ہنہکا رہی ہے۔ یہ بچہ کون ہے! یہ تو وہی طفل معلوم ہوتا ہے جس کی قسمت میں بہت سے ملکوں کی فرمانروائی لکھی ہے ان ہی تمام کو غیب دان نے ہمیں خواب میں دکھایا ہے، تھوڑے دیکھو یہی بچہ آئندہ تیمور کے نام سے ملقب ہوگا، یہی تو تیمور اور تیمور لنگ کے نام سے مشہور ہوگا اور یہی وہ نام ہے جس کو بگاڑ کر اہل یورپ نے تیمورلین کر لیا ہے یہی تو وہ شہرۂ آفاق فاتح ہوگا کہ جو صاحب قران کے ذی نشان لقب سے متصف ہوگا اور اسی نام سے یاد کیا جائے گا۔

بتاریخ ۵ رشعبان المعظم ۷۳۶ھ ہجری بروز سہ شنبہ بمطابق ۸ اپریل ۱۳۳۶ء بمقام کیش[۱] المعروف بہ شہر سبز پیدا ہوا، شہر سبز ملک ماوراءالنہر میں سمرقند سے

آواز آئی اور نہ اس کے بعد خلیفہ زندہ نظر آیا وہ تو لقمۂ اجل ہوا

سائنس کو تعجب ہے کہ کیسا لاجواب ذکر بغداد ہے کہ لانگ فیلو نظم لکھنے کیلئے راغب ہوا

[۱] قصبہ کیش سمرقند سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر ہے تیمور کا مشہور و معروف پوتا بابر مغل اعظم کہتا ہے کہ موسم بہار میں قصبہ کیش کے مکانات کی دیواریں اور چھتیں سبز و نیلگوں ہو جاتی ہیں، تیمور و بابر دونوں قصبہ کیش کو شہر سبز کے نام سے یاد کرتے ہیں،

تیمور جب برسر اقتدار ہوا تو کیش کو اپنا گرمائی مستقر قرار دیا۔

۵۰ میل جانب جنوب اور بخارا سے ۳۰۰ میل جانب شرق واقع ہے،

تیمور کے باپ کا خطاب امیر تھا، وہ برلاس کے مشہور و معروف گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ لیکن خود بہت معمولی حیثیت کا آدمی تھا، اس کی جائداد بہت تھوڑی سی تھی، اس لئے صرف تین چار سو سواروں کو پرورش کرتا تھا وزیر قزغن نے بطور جاگیر صوبہ کش اور نخشب ماوراءالنہر میں جو دریائے جیحون کے جنوب میں واقع ہے، عطا کیا تھا اور یہ علاقہ خراسان کی منزلوں میں پڑتا تھا اس کا قبیلہ یا خاندان تیموجین کے نام سے ملقب تھا، جس کے معنی دو خوبصورت ہیں، خود اس کے باپ کا نام طراغائی تھا جس کے معنی ابابیل کے ہیں

اگرچہ یقیناً اولاد چنگیز خاندان منگولی نسل سے ہیں، تو عام طور پر تیمور و بابر کی قائم کی ہوئی سلطنتوں کو منگولی کہا جاتا ہے، گر اندازہ یہ ہے کہ برلاس کا گھرانا ترکی النسل ہے، مزید براں چودھویں صدی عیسوی میں وہ قبائل جو ان چار خاندانوں کی اولاد تھے وہ ملک ماوراءالنہر اور ترکستان میں آباد ہو گئے، ان کی زبان، طرز معاشرت ترکی تھی یہ لوگ اسلام کے پکے معتقد اور سچے مسلمان تھے، جیسے کہ اسی زمانہ میں نارمن انگلستان میں آباد ہوتے ہی انگریز بن گئے، تیمور کا باپ طراغائی

کلیو یجو بیان کرتا ہے کہ اس شہر میں بڑی بڑی مسجدیں اور شاندار عمارتیں ہیں تیمور اور اس کا باپ دونوں یہاں کے باشندے تھے تیمور نے ایک بڑی مسجد یہاں تعمیر کرائی ہے اسی میں اسکا باپ اور اس کا بیٹا بڑا جہانگیر مدفون ہے۔ شرف الدین علی یزدی کا بیان ہے کہ اس نے دو بیٹے چھوڑے جن کے نام محمد اور پیر محمد ہیں)

تیمور کا قاعدہ تھا کہ اپنے باپ اور اپنے بیٹے کی روحوں کے ایصال ثواب کے لئے میں بھیڑوں کا گوشت جمعہ کو غربا میں تقسیم کر دیا کرتا تھا،

قبیلہ برلاس کا سردار قراچار کا پرپوتا تھا۔ قراچار چنگیز خان[1] اعظم کا بیٹا اور چغتائی کا باپ تھا اور یہ ایک زمانے میں اپنے باپ کی افواج کا سپہ سالار بھی تھا اہل قبیلہ میں سے اسی کو یہ فخر حاصل[2] ہے کہ اس نے ان سب سے پہلے اسلام قبول کیا حق توریث کی بناء پر ممکن تھا کہ طراغائی کوئی اعلیٰ فوجی عہدہ اختیار کرتا لیکن اس نے اپنے باپ برکل کی طرح گوشہ نشینی اختیار کی اور مراقبہ اور مذہبی زندگی کو دنیوی حیات پر ترجیح دی۔

---

[1] ابوغازی کا بیان ہے کہ چنگیز خان دراصل چنگیز خان ہے، زبان کے معنی بڑا اور اور گنیز اسم تفضیل ہے، فضل اللہ کے نزدیک چنگ کے معنی مضبوط اور چنگیز اس کی جمع ہے ڈی ہربلاٹ جوگبن کے بعد گزرا ہے اس کا تلفظ چنگیز خان کرتا ہے۔ مسٹر ریوبروک کے نزدیک چنگیز خاں کا انتقال ۱۲۲۷ء میں ہوا ہے لیکن مسلمان مورخون کے نزدیک اس کا انتقال ۴ رمضان المبارک ۶۲۴ھ مطابق ۱۲۲۶ء کو ہوا ہے، چنگیز خانی افواج نے سارا فارس فتح کر لیا تھا یا اگر کل فتح نہ کیا تھا تو اس کو تاخت و تاراج ضرور کیا تھا، چنگیز خان کے مرنے سے قبل اس کی سلطنت بہت وسیع تھی دریائے سندھ سے یوکرین تک دریائے والگا سے چین کے میدانوں تک خلیج فارس کے خشک کزادن سے روس کے سرو ہراؤں تک پھیلی ہوئی تھی (تاریخ فارس از مالکم جلد اول صفحہ ۹۱ء)

[2] تیمور کے آباد اجداد میں سب سے زیادہ مشہور قراچار نوین پدر چغتائی فرزند چنگیز خاں ہے اس کی بابت فرض کیا جاتا ہے کہ وہ ان سخت گیر فاتحین میں پہلا شخص ہے جس نے اسلام قبول کیا اس نے متعدد سال تک عدل و انصاف سے حکومت کی ہے اور اپنے قبیلہ برلاس کو قصبہ کش کے اردگرد آباد کیا، یہ قصبہ سمرقند کے نزدیک واقع ہے، قراچار چغتائی کے بعد مرا ہے اور اس کا سن وفات ۶۴۰ھ ہے وہ سپہ سالار تھا اور یہ خطاب اس کے خاندان کیلئے موروثی ہو گیا لیکن اس کا پرپوتا طراغائی تیمور ...

طراغائی خدا سے ڈرنے والا انسان تہا وہ اپنے بیٹے کو مولانا
شمس الدین کی خدمت میں لے گیا، چونکہ اس کو شاہ صاحب موصوف
کی کرامات پر بیحد اعتقاد تہا اس وقت حضرت مولانا تلاوت قرآن مجید
میں مصروف تھے اور یہ آیت تلاوت فرمارہے تھے،

ءانتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ھی تمور

جب مولانا لفظ تمور پر پہونچے تو پڑہتے پڑہتے رک گئے اور اس
بچے کو دیکھ کر اس کا نام تیمور رکھا یعنے وہ شخص جو دنیا کو ایک سرے سے
دوسرے سرے تک ہلا دے گا ۔

تیمور کا ابتدائی زمانہ اپنے باپ کے خیمے میں والدین کے زیر تربیت
بسر ہوا، یہ لوگ خانہ بدوش کی سی زندگی بسر کرتے اور ہمیشہ سفر میں رہتے
ان لوگون کا قاعدہ تھا کہ جہاں ان کے گاؤں کے لئے چارہ کافی مل گیا

باپ اس عہدے سے مستعفی ہوگیا تہا، دربار سمرقند کے پرجوش مخلون سے نجات پانے
کیلئے گوشہ نشینی اختیار کی اور علماء و فضلاء کی صحبت کو ترجیح دی روایت ہے کہ وہ بڑا
رحمدل اور فیاض تہا اس کی بیوی تکینہ خاتون خوبصورت اور نیکو کار تہی (ٹرامس
براؤن مضحکہ اڑاتا ہے کہ تیمور ایک معمولی چرواہا تھا چونکہ اس کے باپ کے پاس بہیڑین
کے گلے تھے) ملاحظہ ہو عامیانہ غلطیاں کتاب ہفتم باب دوازدہم بعض مورخین اسکا
نسب چنگیز خان تک لیجا کر ملاتے ہیں، لیکن سر جان مالکم کا خیال صحیح ہے کہ مورخان نے
خوشامد کی وجہ سے یہ سلسلۂ نسب گھڑا ہے،

؎ جب تیمور کی عمر سات برس کی ہوئی تو اسے ملا علی بیگ کے سپرد کیا گیا نو برس کی
عمر میں نماز سکھائی اور تیمور ہمیشہ سورۂ والشمس کی تلاوت کیا کرتا تھا،

میں ڈیرے ڈال دیتے اور جہاں گھاس میسر نہ آتی تو آگے بڑھ جاتے اس طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے راکھ اور گھوڑے کی گرد سے پتہ چلتا کہ وہ ابھی ابھی یہ مقام چھوڑ کر گئے ہیں اہل قبیلہ اپنے مندوں کی پرورش کیا کرتے شکار کرتے مرد و عورت دونوں مسلح ہوتے اور خوب فن سپاہ گری میں ماہر ہوتے وجہ یہ ہوتی کہ اگر ہمسایہ جنگجو قبائل سے معرکہ ہو تو حفاظت کر سکیں روانگی کا طریقہ یہ تھا کہ آگے آگے تو گلہ چل رہے ہیں اور پیچھے پیچھے وہ خود آ رہے ہیں، جہاں پانی کے چشمے کے قریب تر و تازہ چراگاہیں نظر آئیں فوراً ٹھہر گئے اور بعض اوقات یہ ہوتا تھا کہ غذا اور چارے کیلئے دور دور نکل جانا پڑتا، گھوڑوں پر سوار ہیں تیر و کمان سے مسلح ہیں، ہرنوں اور جنگلی ریچھوں کا شکار ہو رہا ہے اور صحرائی جانوران کی زد سے نکل کر نہیں جا سکتے،

چونکہ تیمور سردار قبیلہ کا بیٹا تھا، نویں برس لکھنا پڑھنا سکھایا گیا وہ نماز پڑھتا اور پارہ عم کا ربع حصہ بھی حفظ کر لیا تھا، بارہ برس کی عمر میں وہ اپنے ہم عمر بچوں کا سپہ سالار ہو گیا جب اسکی عمر سترہ سال کی ہوگئی

لہ تیمور کہتا ہے کہ جب میری عمر بارہ سال کی ہوئی تو میں محسوس کرنے لگا کہ مجھ میں عظمت و سربلندی اور دانائی کی علامات پائی جاتی تھیں اور جو کوئی مجھ سے ملنے آتا میں اسے بجد و قار و شان کے ساتھ باریاب کرتا جب میں اٹھارہ برس کا ہوا تو مجھے اپنی قابلیت کے بارے میں گھمنڈ پیدا ہوا میرے اوقات قرآن شریف پڑھنے اور شطرنج کھیلنے میں بسر ہوتے اور مجھے سب سے زیادہ شوق شہسواری کا تھا ۱۳۵۵ء میں اس کے باپ نے چند خیمے اور بہترین اور اونٹ تیمور کو دیئے کہ وہ اپنا انتظام الگ کرے، ۱۳۵۶ء میں اس کی ماں کا انتقال ہو گیا،

تو وہ شہ سواری اور شکار میں ماہر ہو گیا، اور اپنے قبیلہ کے نو عمر بچوں کو بآسانی شکست دیدیتا تھا اور لوگ اس کے متعلق خیال کرنے لگے کہ وہ بہترین سپاہی ہے، فطرت نے تیمور کو عمدہ ذہنیت و تندرستی عطا کی تھی اور وہ شاعرانہ تخیل سے بھی متصف تھا اور اس پر وجد طاری ہو جاتا اور خوابیں دیکھا کرتا اور اپنے ماحول سے بالکل بے خبر ہو جاتا تھا اور اپنی آئندہ عظمت و جلال اور شان و شوکت کا خیال کرتا جن کی تعبیر دینا صوفیائے کرام کے لیئے بھی مشکل تھا، اس کی کامیابی و کامرانی کا راز اعتقاد کامل ہے جو پر جلال تخیل سے متحد ہے بعض وقت یہ ہوتا تھا کہ وہ لیٹ جاتا اور اس پر سکتہ سا طاری ہو جاتا تھا اس حالت میں بیدار کرنا دشوار ہوتا، کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اس نے آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ارشاد فرما رہے ہے کہ بشارت ہو تیری نسل میں (۳۲) بادشاہ ہوں گے، چنانچہ یہ پیشن گوئی حرف بہ حرف صحیح نکلی ایک موقع پر اس نے ایک خواب دیکھا کہ میں نے ایک بڑی بھاری مچھلی سمندر سے پکڑی ہے اور خود ہی خود تعبیر بھی نکال لی کہ سمندر تو دنیا ہے اور بڑی مچھلی وہ بادشاہ اور سالطین ہیں جن کو میں نے زیر کیا ہے ایک دفعہ اس نے یہ خواب دیکھا کہ میں ایک پہاڑی پر ہوں اور کانٹوں کے فرش پر بیٹھا ہوا ہوں، بہوت بہت جنگلی وحشی درندے اطراف میں جمع ہیں اس نے یہ تعبیر لی کہ اس کی یہ نفسانی خواہشات ہیں جنہوں نے یہ خوفناک صورتیں اختیار کی ہیں، فی الفور نیک زندگی بسر کرنے کا ارادہ کر لیا اور نمازیں بھی پڑھنے لگا، بالآخر شیخ زین الدینؒ کی خدمت بابرکات میں حاضر ہوا حضرت نے اس کی خوب محبت سے خاطر کی

اور اپنا پٹکا اس کی کمر میں باندھ دیا اور ایک عقیق کی انگشتری عنایت فرمائی جس پر یہ دو الفاظ کندہ تھے "الایمان والحریت" اگر تیمور اس مقولے پر کاربند رہتا تو یقیناً وہ ایک بہترین آدمی ہوتا، لیکن زندگی کی کشمکش اور طوفان حیات نے بہت ہی جلد اس قول کو فراموش کرا دیا تیمور تو ساری ہی عمر "خوابی" رہا ہمیشہ نجومیوں اور رمالوں سے مشورہ لیا کرتا جب کوئی بڑی بھاری مہم سرانجام دینی ہوتی یا کوئی اہم کام درپیش ہوتا۔ وہ ہمیشہ پیشین گوئی کا قائل رہا[۱] ان خرافات کا اس کی زندگی میں ایک اہم حصہ ہے لیکن جب ان تدابیر سے کام نہ چلتا تو وہ قرآن شریف سے رجوع کرتا اور اس طرح فال نکالتا کہ کہیں سے بھی ورق لوٹ دیا جو پہلی آیت ہوئی اس سے موقع کی اہمیت کے لحاظ سے مفہوم سمجھ لیا۔

جب تیمور کی عمر اکیس سال کی ہوئی اس کے باپ نے اس کو دربار سمرقند میں بھیجا اس وقت امیر قزغن[۲] حکمران تھا جو چغتائی قبیلہ کا نامور سردار تھا یہ امیر سن رسیدہ اور خوش نصیب شخص تھا، جب تیمور امیر کی حضوری میں پیش ہوا تو امیر نے تیمور کی اچھی شکل و صورت کو پسند کیا اور اس کے شجاعانہ رویہ کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا چونکہ تیمور ایک خوبصورت وذی وجاہت شخص تھا امیر نے تہیہ کر لیا کہ اپنی

---

[۱] نپولین بھی پیشین گوئی و غیب دانی کا قائل تھا حتیٰ کہ اس فن کی ایک کتاب بھی اس کے نام سے موسوم ہے۔

[۲] امیر قزغن چغتائی قبیلے کا ایک نامور سردار تھا اس نے دانشمند خاں بادشاہ کے نام سے دس سال تک حکومت کی، دانشمند خان برائے نام بادشاہ تھا۔

ہوتی شہزادی الیجا ترکان آغا سے اس کی شادی کردے گا، بشرطیکہ تیمور کو یہ نسبت پسند ہو، شہزادی نہایت حسین وجمیل تھی اور بہادرانہ خیالات رکھتی تھی، جوں ہی تیمور کی اس پر نظر پڑی وہ فریفتہ ہوگیا ان دونوں کی شادی مناسب تزک واحتشام سے ہوئی تیمور امیر قزغن کی خدمت میں تین سال تک رہا، وہ اپنا وقت سیروشکار میں کاٹتا، یا بوقت ضرورت دشمن سے مقابلے کے لئے نکلتا جس زمانہ میں اس کا قیام سمرقند میں تھا اکثر ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ جان بال بال بچ جاتی تھی ایک مرتبہ شکار کے شوق میں گھوڑے کو سرپٹ دوڑائے ہوئے جاتا تھا کہ یکایک اس کا گھوڑا سرکے بل خندق میں جا گرا اور تیمور بال بال بچ گیا گویا دست قدرت نے اپنی کرامت سے بچالیا، ایک دفعہ شکار کے لئے چلا، شکار کی تلاش میں رات ہوگئی اور برف باری شروع ہوگئی اور اس پر طرہ یہ کہ راستے سے بھٹک گیا، بھوک سے بیتاب تھا اور حالت یہاں تک پہونچ گئی تھی کہ گویا کھانا نہ ملا تو دم ہی نکل جائے گا، چلتے چلتے تھوڑے فاصلے پر روشنی نظر آئی وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا وہاں تک جا پہونچا یہ درحقیقت ایک غار تھا جس میں چند گڈریئے بیٹھے ہوئے تھے یہ لوگ آگ کے چوطرف جمع تھے اور سالن پکانے میں مشغول تھے جب انہوں نے اس کو دیکھا تو انہیں نوجوان پر رحم آیا اور اس کو اندر بلالیا، گڈریوں نے اس کے کپڑے سکھائے شوربہ پلایا اور کمبل اوڑھا دیا،

۱؎ الیجا ترکان آغا امیر مشلاغب کی بیٹی تھی اور امیر حسین کی ہمشیرہ تھی،

۲؎ ۱۳۵۵ء میں امیر قزغن نے تیمور کو ایک ہزار سوارہ فوج کا افسر بنادیا جبکہ تیمور کی عمر صرف صرف تیئس سال کی تھی اور ایک ہزار سوارہ فوج سے وہ خراسان پر حملہ آور ہو،

ایک موقعہ پر تیمور امیر قزغن کے ہمراہ شکار کے لئے نکلا جب یہ ایک ایسی جگہ پہونچے کہ جہاں امیر کا داماد قتلغ اپنے چھ ادھیٹ سپاہیوں کے ساتھ چھپا ہوا تھا جوں ہی لوگ قریب پہونچے وہ اپنی کمین گاہ سے حملے کے ارادہ سے نکلا، اس وقت امیر کے ساتھ صرف تیمور تھا وہ فوراً گھوڑے سے اتر پڑا اور تلوار میان سے نکال لی اور بڑی ہمت کے ساتھ آگے بڑھا، جب تک کمک نہ پہونچ گئی تن تنہا لڑتا رہا، جب قتلغ کو اپنے مقصد میں زک اٹھانی پڑی تو بھاگ کر پہاڑیوں میں جا چھپا، جب اس کو علم ہوا کہ تیمور خراسان کی مہم پر گیا ہوا ہے اپنے پہاڑی قلعوں سے نکلکر حملہ آور ہوا اور امیر قزغن کو قتل کر ڈالا اور خود تخت پر قابض ہو گیا، جب تیمور کو امیر کے قتل کی خبر ملی تو بیحد ملول ہوا اور وہ فوج جمع کرنے کی فکر میں لگ گیا جس کی تائید اس کے چچا حاجی برلاس اور ابن سلدوز نے کی جو کہ سلدوز کے قبیلہ کا سردار تھا، وہ اپنی متحدہ افواج کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ سمرقند جا پہونچے نتیجہ یہ ہوا کہ قتلغ کو شکست فاش نصیب ہوئی اور اس نے بھاگ کر پہاڑیوں میں اپنی جان بچائی، سمرقند کی چھوٹی سی سلطنت تینوں فاتحین میں تقسیم ہوئی لیکن ابھی ہمارے نوجوان سپاہی کی تقدیر میں اقبال وعروج اور عیش وآرام نہیں لکھا تھا اس کو بہت سارے انقلابات سے گذرنا تھا، تب کہیں کامل فرمانروائی وحکمرانی سے لطف کام ہونا تھا۔

ابھی تینوں فاتح اپنی فتوحات کے لطف سے فارغ نہیں ہوئے تھے اور اپنے مفتوحہ علاقوں کے نظم ونسق میں حصہ لینے والے تھے کہ

تغلق تیمور خاں والی کاشغر و بدخشان اپنے بہادر و جنگجو سپاہیوں کو لیکر آگے بڑھا اور سیحون کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ تغلق کی طاقتور فوج سے لڑنے کا سوال ہی نہ تھا۔ پس تیمور اس سے باعزت صلح کرنے کیلئے روانہ ہوا۔ درحقیقت تغلق[۱] نے مہربانی کا اظہار کیا اور اس کو جاگیردار تسلیم کرلیا لیکن اس کے مغرور بیٹے الیاس خاں نے اس سے کج خلقی کا اظہار کیا۔ اس ذلت آمیز برتاؤ کو دیکھکر تیمور اٹھکر چلا گیا۔ تغلق نے سمرقند پر پیشقدمی کی اور اس کو فتح کرکے خواجہ الیاس کو تخت نشین کیا اور یہ اعلان کیا گیا کہ جو شخص تیمور حاجی برلاس اور بن سلدوز کے سر لائیگا، وہ انعام و اکرام سے مالا مال کردیا جائے گا، بیچارہ حاجی برلاس خراساں کی طرف بھاگا لیکن ایک قزاق نے اس غریب کو قتل کرڈالا۔ بن سلدوز کی زندگی شراب خواری کے ہاتھ تباہ ہوئی، تیمور خمرزین کے طرف نکل گیا اس کے ہمراہ اس کی بہادر بیوی اور اس کے برادر نسبتی حسن[۲] اور ۶۰ وفادار

---

[۱] ۱۳۵۹ء میں تیمور کے باپ کا انتقال ہو گیا جبکہ وہ تغلق تیمور خان جنگیزی کے حضور میں گیا ہوا تھا اس نے ماورالنہر کے علاقہ میں اپنا حق وراثت جتایا یہی صاحب کی وجہ سے تیمور کو اپنی آئندہ روش اور استقلال کو آشکارہ کرنے کا موقع ملگیا اس موقع پر جو گفتگو ہوئی اس سے اس کی اصلی سیرت واضح ہوتی ہے۔

[۲] سرجان مالکم کا خیال ہے کہ حسن تیمور کا برادر نسبتی تھا،

[۳] سرجان مالکم کے بیان کے مطابق تغلق خاں نے خوش ہو کر ضلع کش تیمور کو واپس دیدیا اور خود کاشغر واپس چلا گیا تھوڑے عرصہ بعد دوبارہ سمرقند پر حملہ کیا اور اس ملک کو فتح کر کے خواجہ الیاس کو تخت پر بٹھایا۔ تیمور کو اس کا وزیر بنایا لیکن تیمور نے بغاوت کی اور الیاس کو نکال دیا پھر تغلق حملہ آور ہوا تیمور کو شکست فاش دی یہاں تک کہ وہ ملک چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوا اور اس نے بیحد مصائب و تکالیف برداشت کیں،

آدمی ساتھ تھے ان سب کی دلی خواہش یہ تھی کہ خون کے پیاسے
پیچھا کرنے والوں کی زد سے نکل جائیں اس تھکی ماندی عاجز و لاچار
تھوڑی سی جماعت نے ایک پہاڑی پر جاکر دم ہی لیا تھا کہ اسی وقت
تیمور نے گرد و غبار کا ایک بادل اٹھتا ہوا دیکھا، ابھی سوچ ہی میں تھے
کہ آگے نکل جانے کی جرات کریں کہ سورج کی دھندلی روشنی میں نیزے
اور تلواریں چمکنے لگیں جب یہ گردہ قریب پہونچا تو معلوم ہوا کہ
تغلق کا سپہ سالار ایک ہزار سوارہ فوج کو لئے ہوئے سیدھا اس کے
تعاقب میں بڑھا چلا آتا ہے سب سے پہلے تیمور کو ان دونوں عورتوں
کی حفاظت کا خیال پیدا ہوا، جو تھک کر چور ہوگئیں تھیں اور ان سے
یہ امید نہیں کیجاسکتی تھی کہ وہ بہ عجلت چل سکیں گی اس کی غیرت نے
گوارا نہیں کیا کہ وہ دشمن کے ہاتھ پڑ جائیں یہ بھی بخوبی واضح تھا کہ
سارے ساتھی اور گھوڑے تھک کر چور ہوگئے ہیں اگر نکلجانے کی کوشش
کیجائے تو وہ بہت جلد ہاتھ آئیں گے اور نقصان میں رہیں گے، پس اس نے
یہ تصفیہ کرلیا کہ بہادری کے ساتھ مقابل ہوا اور اپنی تھوڑی سی فوج کی
صف آرائی کی اور پامردی و دلیری کے ساتھ حملہ کا مقابلہ کرنے کے لئے
تیار ہوگیا، نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی تغلق کے
سپہ سالار نے دیکھا کہ تیمور کی فوج بہت تھوڑی ہے حکم دیا کہ یکبارگی
حملہ کیا جائے اور یوں ان لوگوں کو گھیر لیا جائے اس میں کچھ شک نہیں
کہ تغلق کی چال کامیاب ہوجاتی اگر تیمور بے نظیر سپہ سالاری کا اظہار نہ
کرتا تیمور نے اپنی فوج کو اس طرح سے لڑایا کہ وہ گھیر کر حملہ ہونے کی
ترکیب سے رکے رہیں اور دشمن کی اس چال سے بچے رہیں یہانتک

رات ہو جائے، چنانچہ سپاہی چھپے رہے اور رات ہو گئی، جانبین کے کثیر نقصانات ہوئے، حسن کا گھوڑا تیر کھا کر گرا، اس کی بیوی جلدی سے گھوڑے پر سے اتری اور اپنا گھوڑا حسن کو دیدیا اور خود شہزادی کے پیچھے بیٹھ گئی اب جنگ آور علیحدہ ہوئے تیمور کے صرف سات آدمی زخموں سے محفوظ تھے، یہ لوگ تیر چلاتے ہوئے پیچھے ہٹے اور تاریکی سے فائدہ اٹھایا، یہ لوگ ساری رات گھومتے پھرے اور علی الصبح ایسے مقام میں جا پہونچے جو مہمان نواز علاقہ تھا یہ لوگ تھکے ماندے بغیر جائے پناہ بلا آب ودانہ بڑھتے چلے گئے خوش قسمتی سے اسی ویرانے میں ایسی جگہ جا پہونچے جہاں ایک کنواں تھا اور اس کے ارد گرد سبز گھاس جو کہ واقعتاً ایک نخلستان صحرائی تھا انہوں نے قدرے آرام کیا گو پریشانی لاحق رہی کہ کہاں سنگدل بیرحم تعاقب کرنے والے پہونچ جاتے ہیں تیمور نے دیکھا کہ تھوڑے فاصلہ پر ایک گندیا اپنے گلہ کو چرا رہا ہے وہ اس کے پاس گیا اور اس کی ماند و بود کو دریافت کیا اس سے ایک بھیڑ خریدی اسے بھونا اور سب نے ملکر کھایا اور کنوئیں کے پانی سے پیاس بجھائی اندھیرا ہونے تک اسی مقام پر پوشیدہ رہے اور چاندنی میں اپنا سفر اختیار کیا، دوسرے دن وہ لوگ خانہ بدوش ترکمان قبیلے کے سامنے جا پہونچے، تیمور نے اپنے واہنے بازو کے یاقوتی تعویذ کو بیچا اور اس کی قیمت سے دو گھوڑے خرید کر یوں تازہ دم ہوئے اور دو روز تک مارے مارے پھرتے رہے نہ انسانوں کے لئے غذا ملی نہ جانوروں کے لئے چارہ ہاتھ آیا نہ پانی ہی میسر آیا ایک ریت کا بڑا میدان تھا ریت ہوا میں اڑتی، اور

لیے وہ لوگ جنہوں نے وسط ایشیا کا سفر کیا ہے ریت کے تودوں اور سراب وطوفان کا تخیل کر سکتے ہیں روسوں ہیڈن اور اس کا صحرائے گوبی کا بیان بڑا پر لطف ہے،

مختلف صورتیں اور شکلیں اختیار کرتی وہ خیال کرتے کہ تھوڑے فاصلہ پر پانی نظر آیا ہے جوں ہی پہونچ جاتے تو نظر آتا کہ سراب ہے، تیسرے دن ایک ویران گاؤں میں جا پہونچے اور ستانے کے لئے قیام کیا، اسی گاؤں کے قریب ایک صاف و شفاف پانی کا چشمہ بھی تھا اور چند پرندوں کا شکار مل گیا جو اس جگہ موجود تھے،

تیمور کی بیوی وہ شریک حال شہزادی الجائی آغا[1] نے ان تکالیف مصائب کو بڑی ہمت و خوش مزاجی سے برداشت کیا اس کی موجودگی تیمور کے نزدیک ایک فوج کے برابر تھی وہ اپنی خوش طباعی سے دوسروں کو مسرور کرتی اور ان لوگوں کی نیم مردہ روحوں کو تسکین دینے کے لئے خدمت انجام دیتی تھی تو واقعہ ہے کہ وہ تیمور کی تسلی و تشفی کا باعث بنی ہوئی تھی جبکہ اس کی زندگی مصیبتوں کے کالے بادلوں میں گھری ہوئی تھی لیکن ابھی تک بدقسمتی نے پیچھا نہیں چھوڑا تھا کہ ایک رات یہ صورت پیش آئی کہ وحشی ترکمان ان پر حملہ آور ہوئے اور قیدیوں کی طرح گرفتار کرکے اپنے پڑاؤ تک کھینچتے ہوئے لے گئے اور ایک ایسی غلیظ و گندہ جگہ میں قید کر دیا جہاں پر کہ اونٹ بندھا کرتے تھے اب ان کی مصیبتوں کا پیالہ لبریز ہو گیا ہے وہ لوگ دو ماہ تک قید رہے، کپڑوں کے چیتھڑے لگ گئے، کھانا نہایت خراب اور تھوڑا سا ملتا جس سے بیمار پڑ جانے کا خدشہ تھا، جسمانی تکلیف کے علاوہ روحانی اذیت بھی تھی، یہ جگہ مکھیوں اور کیڑوں کی آماجگہ تھی ان کو دن رات چین نہ لینے دیتے ان کی ظاہرہ حالت قفس کی سی تھی مثل ہے کہ ہر بادل میں ایک سیمیائی محیط ہوتا ہے جو امید کی

---

[1] شہزادی الجاہ آغا کا انتقال سنہ ۱۳۶۲ء مطابق سنہ ۷۶۷ھ میں ہوا،

جہلک ہے بالآخر تیمورؔ کی خودداری نے گوارا نہیں کیا کہ وہ عرصہ تک آزادی سے محروم رہے اور تہیہ کر لیا کہ اس قید خانے سے نکلے تاکہ ایک عظیم ترین سلطنت کی بنیادیں قائم کر سکے۔ بقول سرجان مالکم پہلے تو اس نے ان محافظ سپاہیوں سے کہا اور ترغیب دی کہ ۔ اس کی رہائی میں مدد دیں لیکن اس کام کے لئے زر و نقد کی ضرورت تھی اس کے پاس کیا دھرا تھا جو دیتا صرف خالی خولی وعدے تھے، بھلا یہ تدبیر کیا کارگر ہوتی، دیر ہوتی جارہی ہے بےچینی بڑھ رہی ہے آخر کار یہ فیصلہ کر ہی لیا ایک وحشی وبے رحم ڈاکو کی ذلیل قید سے مر جانا بہتر ہے وہ رہائی کے لئے موقع کی تاک میں لگا رہا اور موقع پاتے ہی ایک محافظ پر حملہ کیا یہ حیلہ کارگر ہوا، تیمور نے اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور تنہا جان فروشی کا ارادہ کیا مگر مقصد یہ تھا کہ وہ سردار علی عزبائی سے ملاقات کرے اور اپنی قابل رحم حالت کا اس پر اظہار کرے، محافظ ترک تیمور کی بہادری اور دلیری سے اس درجہ متعجب ہوئے کہ اس کی تلوار کے سامنے نہ پڑے بلکہ پیچھے ہٹ گئے، جب سردار نے دیکھا کہ تیمور نے جان پر کھیل کر اس تک پہونچنے کی کوشش کی ہے تو بیحد متاثر ہوا اور المناک قصہ سنکر تیمور کے ساتھ ساتھ اس کے رفقاء کو بھی نہ صرف رہا کر دیا بلکہ یہاں تک مہربانی کی کہ ان کے لئے گھوڑے بھی مہیا کئے اور کہدیا کہ جس طرف چاہئیں چلے جائیں؛

لہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا تیمور مصائب و تکالیف کی لہروں کے روکنے کے لئے پیدا ہوا ہے ابتدائی عمر میں دانائی و شجاعت سے ہمکنار رہے اور جوانی میں اسی عقلمندی و بہادری سے ممیز و ممتاز ہے (سرجان مالکم تاریخ فارس جلد اول صفحہ ۴۵۲)

تیموؒر پھر ایک بار آزادی کی ہوا میں سانس لیتا ہے اور عرصہ تک
صحرانوردی جاری رکھکر دریا کے کنارے پر جا پہونچتا ہے یہ خبر سنتے ہی
کہ تیمور کے چند رفقا اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاتے ہیں اور وہ
اعلان کرتا ہے کہ میں ماوراالنہر کا وارث ہوں جو سلطنت کاشغر کا ایک
صوبہ تھا، علم تیموری پر نشان ہلال و اسپ ہے جس کی دم سرخ ہے
جو شاہی خیمہ کے سامنے شاہانہ دبدبہ کے ساتھ اڑ رہا ہے گویا یہ روشن
و منوّر مینار ہے جس کے نیچے لوگ جمع ہیں اور اس کی فاتحانہ افواج
میں شریک ہو رہے ہیں دور دور سے لوگ آکر بھرتی ہو رہے ہیں
اور تجربہ کار جنگجو سپاہی فوجوں میں بکثرت شامل ہو رہے ہیں۔

لہ اپنی تکالیف میں وہ کبھی اپنی آخری کامیابی سے مایوس نہیں ہوا اس کے
ساتھی معمولی نہیں تھے انہوں نے انتہائی مصیبت کے وقت بھی ساتھ نہ چھوڑا جبکہ
اس کی بدقسمتی انتہائی درجہ تک جا پہونچی تھی وہ ہمیں آگاہ کرتا ہے کہ وہ سب کے
سب بہادر و شجاع اور اعلیٰ حسب و نسب کے لوگ تھے وہ خدا کا شکریہ ادا کرتا ہے
اور کہتا ہے کہ خدا کا لاکھہ لاکھہ شکر ہے کہ جو لوگ اس سے برابری و مساوات کا حق
رکھتے ہیں اس کے خادم نہ ہونے پر رضامند ہیں (سرجان مالکم جلد اول)

لہ ملک تاتار دریائے والگا سے سمندر تک اور جیحون سے سائبیریا تک پھیلا ہوا ہے
بطلیموس اس وسیع ملک کو اس طرح تقسیم کرتا ہے کہ اس طرف ستھیا اور اس
طرف آموں گنگا کے دہانہ کے شمال میں سلسلہ کوہ ہے جو کاشغر تک چلا گیا ہے جہاں
وہ شمال و مشرق کی طرف دریائے ایلی کی جانب مڑ جاتا ہے اس سلسلہ کوہ کو بطلیموس
آموس کہتا ہے کہ اور ستھیا آموس پر واقع ہے یہ آموس جیحون و سیحوں کے درمیان
واقع ہے رومی جغرافیہ دان اس کو ٹرانزکسینیا کہتے تھے اور عرب جغرافیہ دان ماوراالنہر

تیمورؒ نے ان سپاہیوں میں سے اچھے اچھے سپاہی چنے اور ان کی ایک فوج مرتب کی اور سیستان کی طرف پیش قدمی کی اثناء راہ میں ایک وحشی بلوچی قبیلے کے قلعہ پر حملہ آور ہوا اور جب وہ فصیل پر چڑھنے کا قصد کر رہا تھا کہ شدید طور پر زخمی ہوا اس کے داہنے ہاتھ کی دو انگلیاں جاتی رہیں اور ٹانگ بھی ضائع ہو گئی جس سے وہ عمر بھر کیلئے لنگڑا ہو گیا، اس کو اب زخموں سے افاقہ ہو رہا ہے لوگ جوق در جوق

بولتے ہیں عرب فاتحین نے سب سے پہلے سیحون کو عبور کیا جو قطیبہ کے زیر کمان تھے جس نے ممالک بخارا سمرقند اور فرغنہ کو مسخر کیا اور ان کو سلطنت اسلامیہ میں داخل کر دیا،

لہ جب تیمور طاقت و قوت کے عروج کامل تک پہونچ گیا تو اس کے مندرجہ ذیل خطابات تھے،

سلطان کامران، سردار بامراد، امیر قطب الدین، سپہ سالار قطب تارہ الجان، قرخان نسل آفتاب، تیمور (آیت قرآن)

تیمور نے خود کبھی خان کا لقب نہیں اختیار کیا وہ امیر تیمور کے نام سے مشہور و معروف ہے سرجان مالکم کا قول صحیح ہے۔ کی ڈی ہربولٹ نے غلطی کی ہے کہ اس کو قرخان کہا ہے، یہ لفظ درحقیقت گورگان ہے، مغل شہنشاہ اور ان کی اولاد خود کو گورگانی کہتے تھے،

لہ سب سے پہلے احمد بن عرب شاہ شامی نے تیمور کو تیمور لنگ کے نام سے موسوم کیا جس نے فاتح کی سوانح حیات عجائب المخلوقات سنہ ۱۴۳۶ء میں تصنیف کی ہے، اس کا ترجمہ سنہ ۱۶۳۶ء میں گولیس نے لاطینی زبان میں کیا اور سنہ ۱۷۶۷ء و سنہ ۱۷۷۲ء میں مانگن نے جو عرب شاہ تیمور سے حد درجہ نفرت رکھتا ہے، اس لئے کہ تیمور کی

آ آ کر جمع ہو رہے ہیں حتی کہ چھ ہزار سپاہی اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاتے ہیں یہ بڑے جنگ آور سپاہی ہیں جو غرور سے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہیں اور لڑائی کے لئے بے چین ہیں، تیمور تھوڑے عرصہ تک خورنیر یا ساحل بحر عرب کے گرم علاقوں میں آرام لیتا رہا اسکے بعد ہی خواجہ الیاس پر حملہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور گو کہ دشمن کی فوج تیس ہزار تھی لیکن اکثر ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی چھوٹی فوجوں نے بڑی

افواج نے اس کے وطن کو تباہ و برباد کیا تھا اور شام کی تباہی نے اسے زہر اُگلنے پر مجبور کیا وہ ہر ممکن کوشش کرتا ہے اور موقع پاتے ہی اس کی سیرت کو بھیانک طور پر بیان کرنے لگتا ہے اس کی تاریخ ایک بے ہودہ ہجو ہے جو لائق اعتماد نہیں دیکھو (کیلاویجو صفحہ ۷۷)

سر جان مالکم کا خیال ہے کہ تیمور پیدائشی لنگڑا تھا، جس کی وجہ سے وہ تاریخ میں تیمور لنگ کے نام سے مشہور ہے ایک دوسری روایت ہے کہ جب تیمور گڈریا تھا اپنے گلے کی حفاظت کرتا ہوا ایک درخت کے نیچے سو گیا ایک فقیر ادھر سے گذر رہا تھا جس نے اس سوتے ہوئے لڑکے کی ٹانگ پر سونٹا مارا اور کہنے لگا فرمانروائی و حکمرانی تیرے انتظار میں ہے اور تو خوابیدہ ہے، اس ضرب نے اس کو عمر بھر کیلئے لنگڑا کر دیا ایک روایت ہے کہ تیمور کو اس زمانہ میں جبکہ وہ گڈریا تھا ایک فقیر نے پیر پر پیر رکھے ہوئے دیکھا اور اس نے نہایت خفگی کا اظہار کیا کیونکہ اس نے کہا کہ یہ وہ نحوست ہے جو اسے ایک عظیم الشان سلطنت کا حکمران بننے سے روکے ہوئے ہے تیمور نے اسکے حسب الحکم پیر اٹھا لیا مگر اس فقیر نے اس کو پھر اسی طرح دیکھا اور اس بار بہت خفا ہوا، تیسری مرتبہ فقیر نے پھر دیکھا تو اس قدر ناراض ہوا کہ وہ غصہ برداشت نہ کر سکا اور ایک ڈنڈا ایسا رسید کیا کہ تیمور کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور اس طرح اس نے تیمور کی نحوست

بڑی فوجون کو شکستیں دی ہیں اور ان کی دلیری و شجاعت کے کارنامے آج تک صفحات تاریخ پر منزین ہیں اکثر ایسے اتفاقات پیش آتے ہیں جو کہ انسانی معاملات کا رخ بدل دیتے ہیں عقل قوت کے مقابلے میں بے شمار فوائد رکھتی ہے چند خفیف وسائل سے مقاصد عظیمہ تکمیل کو پہو پنچ سکتے ہیں الغرض دونوں فوجون کا شدید مقابلہ سیٔر دریا کے کنارے ہوا، صبح سے دوپہر ہوئی اور دوپہر سے شام، طرفین کے سپاہی دل کھولکر لڑتے رہے لیکن فتح کا کوئی تصفیہ نہیں ہوا، اور رات ہوتے ہی دونوں افواج مجبورًا الگ ہوگئیں بیان کیا جاتا ہے کہ شب میں تیمور نے خواب میں ایک فرشتہ دیکھا جو بہ آواز بلند کہہ رہا ہے کہ "اے تیمور تیری تلاش میں فتحمندی ہے، اور تو سوتا ہے" وہ فورًا اٹھ بیٹھا اور اپنے سپاہیوں کو اکٹھا کر کے ایسا زبردست شبخون مارا کہ دشمن نے راہ فرار اختیار کی مگر اس نے ہزیمت خوردہ فوجوں کا تعاقب نہ چھوڑا جب تک کہ انہون نے سیر دریا عبور نکر لیا، خواجہ الیاس اس شکست فاش سے بیحد شرمندہ بحالت غیض و غضب کاشغر کی سرحد میں جا داخل ہوا، اس فیصلہ کن فتح نے تیمور کی شہرت کو دور و نزدیک پھیلا دیا، لوگ جوق جوق اس کے فوجوں میں بھرتی ہونے لگے اور اس کو

دور کی اور کہا نہ تانگ ہوگی نہ نحوست رہے گی (مشہور عالم)

لہ یہ وہ دریا ہے جس کے کنارے سکندر اعظم نے اسکندریہ کا سنگ بنیاد رکھا تھا یا جہاں خوجند واقع ہے جو ۵۰ طول البلد پر ہے اور یونان سے تین ہزار پانچ سو میل جانب شرق واقع ہے اس سے سکندر کی فتوحات کا اندازہ ہوتا ہے

آزاد کنندہ ملک و جائز فرمانروا[۱] تصور کرنے لگے اب اس کے مقابلہ میں طاقتور حریف اٹھ کھڑے ہوئے ان میں حسین[۲] بھی شامل ہے

---

[۱] ۱۳۶۲ء سے ۱۳۶۹ء تک وہ قطعی طور پر تخت سمرقند پر متمکن رہا، تیمور نے سب سے اول یہ کام انجام دیا کہ اپنے ملک سے دیگر حملہ آوروں کو نکالا یہاں تک کہ اپنے برادر نسبتی امیر حسن سے بھی ایک سخت جنگ کرنی پڑی جس میں وہ کامیاب رہا ۱۳۶۲ء میں اس نے سیستان پر حملہ کیا ایک ہزار سوار ہمراہ تھے، سیستانی بلوچیوں کے بہت سے قلعے چھین لئے، سیستان فارس و افغانستان کے درمیان واقع ہے، بجز شمال کے تین طرف صحراؤں سے گھرا ہوا ہے یہ ایک میدانی ملک ہے جہاں کہیں کہیں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں بھی ہیں ایک تہائی سطح کی ریت تو اڑتی رہتی ہے اور دو تہائی ریت چکنی مٹی سے مرکب ہے جس کی وجہ سے جھاڑیاں بکثرت ہوتی ہیں، اور بہت سی چراگاہیں بھی ہیں، سیستان کا دریا ہلمند امین دجلہ و سندھ بہترین دریا ہے جو جھیل زہرا میں جاگرتا ہے دریا کے کنارے زرخیز کھیت ہیں خود جھیل طول میں (۹۰) میل اور عرض میں (۶۰) میل ہے، جہاں پر نرکل کے جنگل ہیں، جس کے اطراف چراگاہیں اور تمر سک کی جھاڑیاں ہیں، سیستان کے اصلی باشندے تاجیک تھے لیکن ملک پر زمانہ دراز سے وحشی بلوچی قبائل کا قبضہ تھا سیستان سے تو فردوسی کے مداحین خوب واقف ہیں اس لئے کہ وہ زال و رستم کا وطن ہے (فریزر افغان)

[۲] یہ کہا جاتا ہے کہ حسین جس قدر حریص و لالچی تھا اسی قدر تیمور سخی و فیاض تھا، جن امیروں کو حسین نے لوٹا تھا اور مفلس کر دیا تھا وہ بھاگ کر تیمور کے پاس آگئے اور تیمور ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا زر و نقود و جواہر کے تحائف انہیں فیاضی کے ساتھ عطا کئے جیسے ہی وہ اپنے ملک کو واپس ہوئے حسین نے پھر تنگ کر دیا اس قسم کی ناجائز سختی تیمور کو سخت ناگوار گزری اور اس نے پوشیدہ طور پر حسین پر حملہ کرنے کا ارادہ کرلیا

بڑی فوجوں کو شکستیں دی ہیں اور ان کی دلیری و شجاعت کے کارنامے آج تک صفحات تاریخ پر منزین ہیں اکثر ایسے اتفاقات پیش آتے ہیں جو کہ انسانی معاملات کا رخ بدل دیتے ہیں عقل قوت کے مقابلے میں بے شمار فوائد رکھتی ہے چند خفیف وسائل سے مقاصد عظیمہ تکمیل کو پہونچ سکتے ہیں الغرض دونوں فوجوں کا شدید مقابلہ سیر دریا کے کنارے ہوا صبح سے دوپہر ہوئی اور دوپہر سے شام طرفین کے سپاہی دل کھولکر لڑتے رہے لیکن فتح کا کوئی تصفیہ نہیں ہوا اور رات ہوتے ہی دونوں افواج مجبوراً الگ ہوگئیں بیان کیا جاتا ہے کہ شب میں تیمور نے خواب میں ایک فرشتہ دیکھا جو بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ "اے تیمور تیری تلاش میں فتحمندی ہے اور تو سوتا ہے" وہ فوراً اٹھ بیٹھا اور اپنے سپاہیوں کو اکٹھا کرکے ایسا زبردست شبخون مارا کہ دشمن نے راہ فرار اختیار کی مگر اس نے ہزیمت خوردہ فوجوں کا تعاقب نہ چھوڑا جب تک کہ انہوں نے سیر دریا عبور نکر لیا، خواجہ الیاس اس شکست فاش سے بیحد شرمندہ بحالت غیض وغضب کاشغر کی سرحد میں جا داخل ہوا، اس فیصلہ کن فتح نے تیمور کی شہرت کو دور و نزدیک پھیلا دیا، لوگ جوق جوق اس کے فوجوں میں بھرتی ہونے لگے اور اس کو

دور کی اور کہا نہ تنگ ہوگی نہ نحوست رہے گی (مشہور عالم)

لہ یہ وہ دریا ہے جس کے کنارے سکندر اعظم نے اسکندریہ کا سنگ بنیاد رکھا تھا یا جہاں خوجند واقع ہے جو ۵۰ طول البلد پر ہے اور یونان سے تین ہزار پانچ سو میل جانب شرق واقع ہے اس سے سکندر کی فتوحات کا اندازہ ہوتا ہے

آزاد کنندہ ملک و جائز فرمانروا تصور کرنے لگے اب اس کے مقابلہ میں طاقتور حریف اٹھ کھڑے ہوئے ان میں حسینؑ بھی شامل ہے

ف سنہ ۱۳۶۲ء سے سنہ ۱۳۶۹ء تک وہ قطعی طور پر تخت سمرقند پر متمکن رہا، تیمور نے سب سے اول یہ کام انجام دیا کہ اپنے ملک سے دیگر حملہ آوروں کو نکالا یہاں تک کہ اپنے برادر نسبتی امیر حسن سے بھی ایک سخت جنگ کرنی پڑی جس میں وہ کامیاب رہا سنہ ۱۳۶۲ء میں اس نے سیستان پر حملہ کیا ایک ہزار سوار ہمراہ تھے، سیستانی بلوچیوں کے بہت سے قلعے چھین لئے، سیستان فارس و افغانستان کے درمیان واقع ہے، بجز شمال کے تین طرف صحراؤں سے گھرا ہوا ہے یہ ایک میدانی ملک ہے جہاں کہیں کہیں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں بھی ہیں ایک تہائی سطح کی ریت تو اڑتی رہتی ہے اور دو تہائی ریت چکنی مٹی سے مرکب ہے جس کی وجہ سے جھاڑیاں بکثرت ہوتی ہیں، اور بہت سی چراگاہیں بھی ہیں، سیستان کا دریا ہلمند ما بین دجلہ و سندھ بہترین دریا ہے جو جھیل زہرا میں جاگرتا ہے دریا کے کنارے زرخیز کھیت ہیں خود جھیل طول میں (۹۰) میل اور عرض میں (۶۰) میل ہے، جہاں پر نرکل کے جنگل کے جنگل ہیں، جس کے اطراف چراگاہیں اور نرسکٹ کی جھاڑیاں ہیں، سیستان کے اصلی باشندے تاجیک تھے لیکن ملک پر زمانہ دراز سے وحشی بلوچی قبائل کا قبضہ تھا سیستان سے تو فردوسی کے مداحین خوب واقف ہیں اس لئے کہ وہ زال و رستم کا وطن ہے (فریزر افغن)

ف۲ یہ کہا جاتا ہے کہ حسین جس قدر حریص و لالچی تھا اسی قدر تیمور سخی و فیاض تھا، جن امیروں کو حسین نے لوٹا تھا اور مفلس کر دیا تھا وہ بھاگ کر تیمور کے پاس آگئے اور تیمور ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا زر و نقود و جواہر کے تحائف انہیں فیاضی کے ساتھ عطا کئے جیسے ہی وہ اپنے ملک کو واپس ہوئے حسین نے پھر تنگ کر دیا اس قسم کی ناجائز سختی تیمور کو سخت ناگوار گزری اور اس نے پوشیدہ طور پر حسین پر حملہ کرنیکا ارادہ کر لیا

جو پہلے اس کے مصیبت کا ساتھی اور ہمدرد رہ چکا تہا لیکن تیمور نے

اور سوداگرون کی ایک جماعت پر جو قلعہ قرشی کو جارہی تہی یہ ظاہر کیا کہ گویا وہ
خراسان کے جانب پیش قدمی کر رہا ہے حسین نے مصمم ارادہ کر لیا تہا کہ وہ اس قلعہ
کی مدافعت میں اپنی جان لڑا دیگا لیکن جب سوداگرون سے یہ سنا کہ تیمور دوسری طرف
جارہا ہے تو وہ عیش و عشرت میں مشغول ہوگیا تیمور کے جاسوس یہ سب کچھ دیکھ
رہے تھے انہون نے اس کو اطلاع پہونچائی خبر سنتے ہی دو سو چالیس سپاہیوں کی
منتخب جماعت کو لیکر آگے بڑہا جب وہ فصیل کے پاس پہونچ گیا تو اس نے اپنے
دو غلاموں مبشر اور عبداللہ کو ساتھ لیا تاکہ محاذ جنگ کا تعین کرسکے دوسرے
دن اس نے سیڑہیاں لانے کا حکم دیا اس طرح وہ قلعہ میں داخل ہوا اور اسکو
فتح کر لیا یہ مہم صرف دلیری سے سر ہوئی تیمور جب قلعہ میں داخل ہوا تو اس کے ہمراہ
چند سپاہی تھے لیکن ڈہول و تُرہی بجتے ہی بہت سے سپاہی اندر داخل ہو گئے،
حسین کی فوج حواس باختہ ہوگئی اور دروازہ کہولکر نکل بہاگی جب حسین کو اس حال
کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے سپاہیون کو جمع کیا اور تیمور کے محصور کرنے کی فکر کی لیکن
تیمور نے حالت محاصرہ ہی میں دہاوا بول دیا اور حسین کے ہٹا دینے میں کامیاب
رہا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے سپاہی بے ترتیب ہو گئے اور حسین صلح کرنے پر مجبور ہوا،
اور صلح ہوئی اور کسی افسر نے حسین کو مار ڈالا معلوم ہوتا ہے کہ وہ افسر اپنے کسی
عزیز کے خون کا بدلہ لینا چاہتا تہا یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ قتل بلا ایمائے تیمور نہ ہوا ہو
لیکن ظاہر ہے کہ تیمور حسین کی جان بچانے کا خواہاں تہا لیکن اپنے فوجی افسروں کے
کہنے سننے سے مجبور ہوگیا ہو، امیر حسین کو مینار سے کہینچ کر لائے جہاں اس نے
پناہ لی تہی اور ان افسروں نے اس کو مار ڈالا ہو،

لہ سرجان ملکم کے نزدیک قلعہ قرشی کا فتح کرنا تیمور کا بڑا کارنامہ ہے یہ جانبازی کا

ان سب کو اپنے پیر تلے روند ڈالا اور بالآخر ۱۳۶۹ء میں بمقام بلخ[1] بادشاہی سے مزین ہو کر تخت نشین ہوا۔ یہ تقریب نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منائی گئی یہ نظارہ قابل دید ہے کہ اس کے باجگزار سردار زر و جواہر اس کے اوپر سے نثار کر رہے ہیں اور نیچے عوام اور جمہور گروہ در گروہ جمع ہیں اور صاحبقران کے نام کا فلک شگاف نعرہ لگا رہے ہیں،

بتاریخ ۱۰ رمضان المبارک ۷۷۱ھ مطابق ۸ اپریل ۱۳۶۹ء بلخ میں تیمور نے جلوس کیا اور ماوراءالنہر کے بادشاہ ہونے کا اعلان کیا، مراسم تخت نشینی میں قدیم ترکی رسوم ادا کئے گئے تیمور نے بحد عقلمندی کا ثبوت دیا کہ تاجپوشی کے لئے اس شہر کا نام انتخاب کیا اس لئے کہ یہ شہر سلطان چغتائی کے علاقے میں داخل نہیں تھا اور اس طرح تیمور نے ترکی ظاہر داری کو مجروح کرنے سے پرہیز کیا ۱۳۶۲ء میں خواجہ الیاس کا انتقال ہوا، اور امیر تیمور نے سرکاری طور پر دوسرے چغتائی بادشاہ کابل شاہ کو فرمانروا تسلیم کیا گو یہ برائے نام بادشاہ تھا، تیمور ماوراءالنہر میں اس کی طرف سے والی تھا چونکہ یہ معاملہ مشتبہ سا تھا اس لئے علماء کرام نے اس کا تصفیہ اپنے ذمہ لیا سب سے پہلے تیمور نے اپنے اقتدار کی سند دکھلائی اس نے کہا کہ میں نے مذہبی قوانین کو جاری کیا ہے اور میں نے

نہیں تھا تاریخ عالم ایسی نظیر نہیں پیش کرتی، اور اس کی حیات میں اس سے زیادہ مشہور کوئی واقعہ نہیں ہے کہ فریب و چالاکی اور شجاعت و دانائی کا آپس میں اتحاد ہو تو سب عناصر ملکر اس غیر معمولی انسان کی سیرت مرتب کرتے ہیں (تاریخ فارس جلد اول صفحہ ۵۱۴)

[1] بلخ وہ مقام ہے۔ جو قدامت کی وجہ اہل ایران کے نزدیک متبرک ہے اور اس شہر کو زرتشت سے تعلق رہا ہے اسلئے ام البلاد کہتے ہیں،

بلاد اسلام میں شریعت کے مطابق احکام نافذ کئے ہیں فقہاء اسلام نے میری تائید میں فتویٰ دیا ہے جو یہ ہے :۔ ہر صدی میں اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ایک شخص کو حامی و ناصر دین محمدی پیدا کرتا ہے ۸۰۰ھ میں تیمور صاحبقران بطور محی الدین والملت منصور ہوگا ۔

تیمور جس نے بادشاہ کو اس کے خطابات اور حقوق شاہی سے محروم نہیں کیا یہاں تک کہ سکہ بھی بادشاہ کے نام سے مسکوک ہوتا تھا ایک ان واحد میں سلطنت کی کایا پلٹ دی اور بادشاہ کو پس پشت ڈالدیا اور مساجد میں خطبہ اپنے نام سے جاری کرادیا اس نے اسلامی روایات کو بجائے ترکی اور منگولی روایات کے رائج کیا ۔ اس لئے کہ قدیم حکومتی قانون لیسق اور رسمی قانون تھے "لیسق کی بجائے" جدید آئین تزک قرار پایا اور رسمی قانون کے بجائے قانون مذہبی (شریعت) کی ترویج و اشاعت کی ۔

تیمور نے سب سے اول اپنی طاقت سے یہ کام لیا کہ ان شہزادوں اور خاندانوں اور مفسدوں کو جلاوطن کیا جس کو مغلوں کی اولاد ہونے کا ادعا تھا جو لیسق کی طرفداری میں اس کو پریشان کرتے یا سلطنت کے دعویدار ہوتے ایک مورخ لکھتا ہے کہ تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ جنوبی لوگ اس کے جھنڈے کے تلے جیحون کو پار کرتے ہیں یہ وہ دشوار گزار رکاوٹ تھی جسے عبور کرنے کی قوت نہ تو اہل اخمینیہ اور نہ اہل مقدونیہ اور نہ اہل ساسان کو حاصل ہوئی تھی جو کام کیخسرو سکندر اور خسرو سے انجام نہ پا سکتا تھا اسے تیمور جیسے قبیلہ برلاس کے ایک گمنام امیر کے بیٹے نے انجام کو پہنچایا وہ ایرانی رستم سے انتقام لیتا ہے ، تیمور نے اس نہر کو جو صدیوں سے

شمال و مشرق اور کوہستانی علاقوں میں بہتی تھی، جنوب کی وادیوں اور مغرب کے میدانوں کی طرف اس کے رخ کو بدل دیا اہل ماوراءالنہر سنہ ۱۳۷۰ء تا سنہ ۱۳۷۶ء تک پانچ بار ترکستان کی طرف بڑھے اور نپولین کی منزلوں تک پیش قدمی کی یہاں تک کہ اپنے پیش رو بہادروں کی خاک تک کو بھی روند ڈالا، اس کے شریک حال جانباز بی بی ترکان آغا کا دل قبائلی غرور سے معمور ہو جاتا ہے اس لئے کہ تیمور اب ایک بادشاہ کی حیثیت سے تخت نشین ہے اور یہ امر اس کے لئے کچھ کم باعث ناز و فخر نہیں کہ اس کا شوہر اپنے خاندان میں سلطان خیرالدین کی حسین دختر دل شاد آغا کو بیاہ کر لاتا ہے گویا یہ پہلا موقع ہے کہ سلطان جنوبی سلطان شمال کی شہزادی کو اپنے قوت بازو سے لے آتا ہے،

اب جب کہ وسط ایشیا کا دارالسلطنت المالک سے سمرقند منتقل ہو گیا ہے اب جبکہ علماء بخارا چغتائی زبان میں گفتگو کرتے ہیں اور ماوراءالنہر کے ادیب غیر مہذب زبان ییلو میں شعر و سخن کرتے ہیں یہ نیا سلطان سمرقند اور جیحون؎ کے داہنے کنارے پر نہیں رک سکتا تھا اور نہ دوسری جانب ایرانی کفار کے ہاتھوں میں خراسان چھوڑ سکتا تھا، یہ ممکن نہ تھا کہ

؎ دریائے جیحون حکومت سمرقند کو خراسان سے جدا کرتا ہے یہ مشہور دریا سراکول سے نکلتا ہے جو سطح سمندر سے ۱۵۶۰۰ فٹ بلند ہے یہ پانی کی چادر طولاً چودہ میل اور عرضاً ایک میل ہے سطح مرتفع پر واقع ہے جس کو یہاں کے باشندے "بام دنیا" کہتے ہیں یہ دریا بدخشان کی وادی کو سیراب کرتا اور پہاڑی علاقوں سے گزرتا ہوا صحرا میں جا داخل ہوتا ہے یہ قدیم شہر بلخ کے جنوب میں ۳ میل پر پہاڑی علاقہ میں واقع ہے اور خیوا کے پاس سے بہتا ہوا بحر یورال میں جا گرتا ہے اس کے

اس زرخیز و شاداب علاقے کو چھوڑ دیا جاتا اور مغرور ماوراالنہر کیلئے اس کو سر نہ کیا جاتا وہاں پر اناج کی بہتات تھی آبرسانی کے عجیب و غریب طریقے جاری تھے آبپاشی کے عمدہ نظام کے تحت غلہ خوب پیدا ہوتا تھا اعلیٰ درجہ کے ہتھیار تیار ہوتے تھے اور بہترین قالین بنتے تھے اور ایسے ایسے مشہور و معروف شہر موجود تھے کہ جن کا لینا نہایت ضروری تھا یہ مشہد مقدس نیشاپور قدیم مرو ملکہ عالم اور ہرات درخشاں دمنور کے القاب سے موسوم تھے، تیمور کہتا ہے کہ میں نے بجد درجہ دانائی سے کام لیا کہ چپکے ہی چپکے ہرات پہونچ گیا، غیاث الدین پر اچانک حملہ کیا جو غفلت کی نیند پڑا سوتا تھا، سب لوگوں نے اسے چھوڑ دیا وہ شہر کے باہر نکل آیا، خزانہ و ملک و سلطنت میرے حوالے کر دی، خراسان فتح ہوا، اور خراسانی امیروں نے میری اطاعت قبول کر لی (۲ اپریل ۱۳۸۱ء) تاریخ عالم

دونوں طرف تقریباً ایک ایک میل وسیع قطعات ہیں جن کو سیراب کرتا ہے دوسرا دھارا بحر اخضر میں جا گرتا تھا لیکن اب وہ نہر خشک ہوگئی ہے یہ جہاز رانی کے قابل ہے اور اس میں قمندوس تک جٹا نون کا پتہ نہیں یہ چھ سو میل کا فاصلہ ہے لیکن اسکے دا ہنے پر والہ لین میں اوسط عمق نو فٹ ہے اور لہر فی گھنٹہ چار ناٹ کی رفتار سے چلتی ہے طوفانوں کا آغاز ماہ مئی سے ہوتا ہے اور ماہ اکٹوبر میں ختم ہو جاتا ہے اکثر دریا جاڑوں میں جم جاتا ہے یہاں پر جو کشتیاں چلتی ہیں وہ بہت گہرے پیندے کی ہوتی ہیں، ہر کشتی پچاس فٹ لمبی اور اٹھارہ فٹ چوڑی ہوتی ہے اور جب کشتی پر بار ہو تو اس کا گنوال (جہاز کے اوپر کا کنارہ) سطح آب سے تین فٹ بلند رہتا ہے وہ لکڑی کے شہتیروں سے بنائی جاتی ہے جن کو لوہے کی پتھروں سے وصل کر کے مضبوط

سلطنت سمرقند صرف پانچ سو مربع میل تھی، ظاہر ہے کہ تیمور جیسا حوصلہ مند اس پر اکتفا نہیں کر سکتا تھا وہ تو اس سے کہیں بڑی سلطنت کا خواہاں تھا اس کا خیال تو ساری دنیا فتح کرنے کا تھا اس کا اصول یہ تھا کہ سارا جہاں ایک خدا کے تحت ہے اور خدا مالک واحد ہے، تو زمین پر اس کا نائب وخلیفہ بھی ایک ہی ہونا چاہیئے، پس اس نظریہ کے تحت اس نے قرب وجوار کے ممالک پر نظر ڈالی اور اس کے فتح کرنے کا عزم بالجزم کر لیا خدا کی باتیں خدا ہی جانے، لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو یہ منظور ہے کہ وہ دنیا کے بہترین حصوں پر حکومت کرے اس لئے اس نے تمام انسانوں میں سے صرف اس کو چن لیا اور اس کو دل و دماغ کی ایسی عمدہ ولاجواب صفات عطا کیں جو لوازمات کامیابی ہیں،

تیمور[1] کے اعضا مضبوط تھے اس کا جسم سڈول تھا اس کے بشرے سے علامات شاہی کا اظہار ہوتا تھا، جنگ میں وہ شیر کی طرح خونخوار ہوجاتا

کیا جاتا ہے اور ہر ایک کشتی میں ڈیڑھ سو آدمی بیٹھ کر پار ہو سکتے ہیں، ہر زمانوں میں سارے فاتحین نے دریائے سیحون کو عبور کرنے کیلئے کشتیوں کے پل بنائے ہیں تاکہ ان کی فوجیں دریا کے اس طرف پار ہو سکیں،

[1] عرب شاہ تیمور کی بابت لکھتا ہے کہ وہ متوسط قد، چھریرا بدن، فراخ پیشانی، بڑا سر گورا رنگ، چہرہ سرخ وسفید چوڑے کندے ہے، گول انگلیاں قدرے طویل رانیں مضبوط اعضا، تھا کیونکہ وہ خود بہادر تھا اس لئے بہادر سپاہیوں کو پسند کرتا اور خوب واقف تھا کہ لوگوں سے کس طرح عزت کرائی جاتی ہے اور اطاعت کروانے کے کیا طریقے ہیں، پیلوگیو یوجو تیمور سے بخوبی واقف ہے اس کی بہادری کی بیحد تعریف کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ اس نے تاتار کی بڑی کمان کو طاقت سے کان تک سیدھا کھینچا، یہ کام بڑے ہی دل کا شخص کر سکتا ہے،

اور دشمن پر ایسی پھرتی سے حملہ کرتا کہ گویا بجلی کوند گئی اس کی آنکھیں غصہ کے مارے چمکنے لگتیں، آواز اس قدر بلند ہو جاتی کہ اس کے قریب کے لوگ خوف زدہ ہو جاتے وہ بالطبع نڈر واقع ہوا تھا کہ خطرے و خدشے کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا تھا ہم دیکھتے ہیں کہ وہ گھمسان لڑائی میں شریک ہے اور ہر جنگ میں اول ہی اول ہے وہ تو بنی نوع انسان کا فطری رہنما ہے جب وہ دیکھتا تھا کہ اس کے سپاہی کٹ کٹ کر گر رہے ہیں اور تعداد میں کمی ہو رہی ہے وہ دل برداشتہ نہ ہوتا بلکہ ہمت سے کام لیکر اپنے سپاہیوں میں زیادہ اعتماد پیدا کرتا تھا تیمور اپنے دشمنوں کے ساتھ نہایت درجہ بے رحمی کا سلوک کرتا جو مخالف لوگ ہوتے اور اطاعت پر آمادہ نہ ہوتے، بیرحمی سے پیروں کے تلے روندے جاتے لیکن اگر وہ اطاعت قبول کرتے تو وہ بیحد درجہ فیاضی کا ثبوت دیتا، مہربانی کا برتاؤ اس قدر کرتا کہ وہ خود اس کے مقصد کی تائید کرنے لگتے، یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ وہ اپنے زمانے کی فطرت وطبیعت کے لحاظ سے نہایت ہی موزوں شخص تھا اسواسپاہیانہ اور مدبرانہ اعلیٰ اوصاف کے وہ خدا سے ڈرنے والا انسان تھا وحضرت پیر زین الدین سے مشورہ لیا کرتا اور آپ کو اپنا ہادی و پیشوا سمجھتا اور یہ بھی جانتا تھا کہ آپ فلسفی بھی ہیں جب آپ نصیحت فرماتے تو گویا دل جان سے سنتا اور جب آپ سرزنش فرماتے تو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کرتا۔

وہ عمر بھر خوابی رہا اور خوابیں دیکھا کرتا ان کی تعبیروں کی اہمیت سمجھتا وہ ہمیشہ قرآن شریف سے رجوع ہوتا جب کوئی تازہ اور اہم مہم سر انجام دینی ہوتی وہ رات میں خدا کے حضور میں گڑ گڑا کر دعائیں

مانگتا اور فتح نصیب ہونے کی صدق دل سے دعا کرتا پس کچھ تعجب نہیں اگر اس کے سپاہی یہ سمجھتے تھے کہ وہ ساحرانہ حیات سے متصف ہے اور ہر معاملہ میں خدا اس کو کامیابی عطا کرتا ہے لوگ مختلف قسم کی کرامتیں اس کے نام سے موسوم کرتے تھے ان کو یہ یقین تھا کہ اس کے پاس وہی زرہ بکتر ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام نے بنائی تھی اسکی عقیق کی انگشتری کا رنگ بدل جاتا تھا اگر کوئی شخص اس کے سامنے جھوٹ بولتا تیمور کی زندگی جو مصائب سے پُر تھی اور تھوڑے عرصہ پہلے وہ ایک جانباز سپاہی تھا اب یہ حیات شان و شوکت عزو وقار عیش و آرام حکمرانی فرمانروائی میں تبدیل ہو گئی ہے[1]،

---

[1] کلاویجو نے ان شاہی دعوتوں کا ذکر کیا ہے جن میں وہ خود شریک تھا ہم اس کے روزنامچہ سے تھوڑا سا اقتباس ہدیہ ناظرین کرتے ہیں، بتاریخ ۱۰ اکتوبر روز دوشنبہ امیر نے ایک وسیع پیمانے پر دعوت کرنے کا حکم دیا۔ یہ خیمے کا شہر فوجوں سے معمور ہے اور یہ فوجیں میدان میں مقیم ہیں حکم ہوا کہ امیر تیمور کی مستورات اعزہ و اقارب شہزادے اور انکی اولاد مشیران شاہی اور جمہور اس مقام پر جمع ہوں مقررہ دن پر تمام سفراء طلب کئے گئے جوں ہی وہ پہونچے انہوں نے خوبصورت شامیانوں کو دیکھا اور دریا کے قریب کے خیمے بحد درجہ دلفریب منظر پیش کر رہے تھے، خیمے قطار در قطار تھے اور ان کے درمیان میں شرکین جھوٹی ہوئی تھیں اور وہ شاہی خیمے کے قریب پہونچے جو کہ میزبان اعظم کے لئے مخصوص تھا اس خیمے کے قریب ہی دوسرے خیمے میں یہ لوگ بٹھائے گئے جو سفید کتان کا بنا ہوا تھا جس پر زردوزی کا کام ہوا تھا اور رنگا رنگ کے کپڑوں کے ٹکڑوں سے آراستہ تھا وہ محفوظ اور کافی وسعت رکھتا تھا اور ڈوریوں سے دو چوبوں پر رکھکر کسا گیا تھا وہاں پر بہت سے اس قسم کے شامیانے تھے جو اس میدان میں

ان سب واقعات کی ایک تاریخ شرف الدین علی یزدی نے مرتب کی ہے جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے جن سے تیمور کے بیشمار محاصروں اور

---

(۱) کل تک تو اس ویرانے پر عالم خموشی طاری تھا،
یہ جنگی شہر چند گھنٹوں کے اندر ہی نمودار ہو گیا،
گویا اس شخص کی ساحرانہ قوتوں کا نتیجہ ہے،
جس نے پلک مارتے ہی سر بفلک جبل مینار دیوان عالم بنا کھڑا کیا،
یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر طرف جادوگری کی گئی ہے،
جہاں تک نگاہ جاتی ہے مسحور ہو جاتی ہے،
یہ خیموں کی دنیا مینار و برج چمکدار ہتھیار جو سورج سے زیادہ تاباں ہیں،
شاہی خیمے اور شامیانے قرمزی کپڑے کے پردے،
ان کی چوٹیوں پر سونے کے گنبد،
جنگی گھوڑے جنکی جھولیں، ان کی لگامیں اور ڈوریاں
آفتاب کی روشنی میں جگمگا رہی ہے،
ان کی چھوٹی چھوٹی پرلحن گھنٹیاں ہوا چلنے سے بجنے لگتی ہیں،
(۲) لیکن کل رات تک تو خموشی طاری تھی،
یہ وسیع میدان ہُو کا عالم بنا ہوا تھا
کبھی کبھی دور سے تو برج کی آوازیں آتیں،
یا جھاڑیوں میں سے کبھی کبھی چڑیوں کے چہکنے کی آواز آتی،
دیکھو کیا سے کیا ہو گیا کہ ہر قسم کی بے ترتیب آوازیں ہیں چیخ و پکار ہے،
ہنسی و قہقہے ہیں شور و غل ہوا میں ارتعاش پیدا کر رہے ہیں،
گھوڑوں کی ہنہناہٹ لدے ہوئے اونٹوں کی قطاروں کی جھنجھناہٹ کھڑکھڑاہٹ

لاتعداد جنگوں کا مفصل حال معلوم ہو جاتا ہے لیکن ہم مختصر طور پر ان واقعات کو بیان کریں گے ،

وہ فارس کی جانب پیش قدمی کرتا ہے اور اصفہان ، شیراز قرمز ، بغداد ، اڈلیسہ کو مفتوح کرتا ہوا دجلہ و فرات کے کناروں کے ممالک و بلاد کو سرنگوں کرتا ہے فوجیں یکے بعد دیگرے شکست کھا کر بھاگ رہی ہیں اور اس کی فتحمند فوج دیکھ رہی ہے کہ دوسری فوجیں بھیڑوں کے گلے کی طرح فرار ہو رہی ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے بادشاہ و سلاطین مثل منصور ، احمد ، ابراہیم ، مظفر ، زمین بوس ہو کر اس کی خلعت شاہی کو بوسہ دیرہے ہیں ، جب ابراہیم والی شیروان صلح کے لئے خدمت امیر میں حاضر ہوا تو نذر شاہی کے واسطے چند

شتر بانوں کے گیت ، ہتھیاروں کی جھنجھناہٹ اور
دس ہزار خیموں کے شور و غل کی آوازیں ہوا میں تلاطم پیدا کر رہی ہیں
فوجی راگ ، گھنٹے و طنبور کے خوفناک آوازوں کے ساتھ سنائی دیتے
ہیں ،
جب تھوڑا وقفہ ہوتا ہے تو کرخت آوازیں آنی بند ہو جاتی ہیں ،
تب بانسری اور ترنے کی مست کرنے والی اور مخمور بنانے والی ،
آوازیں سنائی دیتی ہیں ،
الپ سیفائی ترہی کے عقابی راگ کے نکلتے ہی
دوسری آوازیں اور راگ بند ہو جاتے ہیں
از سعود ،،

تحائف بموجب دستور تاتار لایا وہ تحائف نو ریشمی تھان، نو گھوڑے نو جواہر، اور نو غلام پر مشتمل تھے تیمور نے ان تحائف کو دیکھا اور شمار کرایا، چونکہ تیمور کی طبیعت میں ظرافت بھی تھی، جب غلام گنے گئے تو وہ صرف آٹھ تھے اس نے دریافت کیا کہ نواں غلام کہاں ہے، ابراہیم آگے بڑھا اور ادب سے جھک کر عرض کیا کہ میں خود نواں ہوں، تیمور اس بات سے بیحد خوش ہوا اور ابراہیم کی سلطنت اسی کو واپس کر دی، صوفی شاعر حافظ شیرازی جب فاتح اعظم کے سامنے پیش ہوئے تو بادشاہ نے ان کا یہ شعر یاد دلا کر کہا،

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

کہ میں نے تو ان کو بہ دشواری فتح کیا، اور اپنے ترکی معشوق کیلئے تم نے میرا دارالسلطنت بخشدیا، حافظ نے جواب دیا کہ یہ واقعہ صحیح ہے اور یہ خود حافظ کی شہرۂ آفاق فیاضی وسخاوت ہے جس کی وجہ سے وہ مفلس ہوگیا ہے، تیمور خوش ہوا اور شاعر کا مقصد سمجھ گیا اور ایک توڑا اشرفیوں کا نذر کیا،

لیکن وہ انتہائی غیظ وغضب کے وقت آپے سے باہر ہو جاتا کہ لوگ خوف کھانے لگتے، اور ان لوگوں کو سخت ترین سزائیں دیتا، جو اس کی عدول حکمی کرنے کی جرات کرتے یا اس کی خواہش ومرضی کے

لہ کلاویجو (صفحہ ۱۴۲) بیان کرتا ہے کہ وہاں پر یہ رسم ہے کہ جب بادشاہ کے حضور میں تحائف پیش کئے جائیں تو ان کی تعداد ۹ ہونی چاہیئے یا وہ نو چیزوں پر مشتمل ہوں،

خلاف کوئی کام کرتے، بیان کیا جاتا ہے کہ شہر اصفہان کی کنجیاں اسکے

لہ دوسری روایت ہے کہ اس زمانہ میں زین العابدین بن شاہ شجاع حکمران اصفہان تھا اس کے باپ نے اپنے نوجوان بیٹے کو تیمور کی حفاظت میں دیدیا تھا تیمور نے اس کو اپنے دارالسلطنت میں طلب کیا لیکن زین العابدین نے بجائے تعمیل حکم اس کے ایلچی کو قید کر دیا، یہ سنتے ہی تیمور نے اصفہان پر فوج کشی کی اور جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے کہ شہر کی رعایا کے جان و مال سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا لیکن کہا جاتا ہے کہ ایک لوہار نے غلطی سے جنگی ڈھول بجا دیا اور اتفاق سے وقت بھی رات کا تھا اور یہ خبر اڑ گئی کہ تیمور کی فوج شہر کو تباہ و برباد کرنا چاہتی ہے، لوگ جوق در جوق نکل پڑے اور غصہ کی حالت میں سوتے ہوئے مغل سپاہیوں پر حملہ آور ہوئے اور تین ہزار سپاہیوں کو مار ڈالا، جب تیمور کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو اس نے احکام جاری کر دیئے کہ باشندگان شہر کا قتل عام کیا جائے (تاریخ فارس از سرجان مالکم جلد اول صفحہ ۲۶۴)

ایک روایت یہ ہے کہ ۱۶ نومبر ۱۳۸۷ء کو بوقت شب ایک نوجوان علی توجا نے ایک گروہ بدمعاشوں کا جمع کیا اور بہت سے چغتائی سپاہیوں کو مروا ڈالا۔ تیمور کو اس خلاف ورزی پر غصہ آگیا اور اس نے قتل عام کا حکم دیا تب وہ شیراز کی طرف گیا اور مظفر کو باگ حکومت سپرد کی اور فتح کے شادیانے بجاتا ہوا سمرقند واپس ہوا)

۱۳۸۱ء تا ۱۳۸۴ء میں اس نے خراسان، مازندران، سیستان، قندھار، آذربائیجان اور جارجیا کو اپنے مقبوضات میں شامل کیا احمد ایلخانی سلطان بغداد کی بیرحمی اور بدنظمی سے تنگ آکر رعایا نے تیمور سے التجا کی کہ ان کی حفاظت کرے (اس سلطان نے سرجان مالکم کے خیال کے مطابق یہ خطاب اس وجہ سے اختیار کیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو ہلاکو خان کی نسل سے خیال کرتا تھا) ۱۳۹۳ء میں اس کی فوج شہر میں

حوالے کی گئیں تو اس نے لوگوں کی جان بخشی کی اور ان کے مال و متاع کو ہاتھ نہیں لگایا، لیکن رات کے وقت کچھ بدمعاشوں نے شور و غل مچا کر فساد برپا کر دیا جس میں اس کے تین ہزار سپاہی مارے گئے تیمور نے غضب ناک ہو کر حکم دیا کہ شہر کے باشندوں کے ساتھ بے حد سخت برتاؤ کیا جائے۔ چنانچہ ستر ہزار آدمیوں کی جانیں ضائع ہوئیں، اور ان

جنگ کے بعد فتحمند ہو کر داخل ہوئی اور احمد وہاں سے نکل بھاگا،

تیمور نے حضرت امام حنبل کا مقبرہ دوبارہ تعمیر کرایا اور پھر جارجیا کی طرف پیش قدمی کی (۱۳۹۴ء) اسی اثنا میں اس کے دو پوتوں الغ بیگ اور ابراہیم کی ولادت کی خوشخبری پہونچی، یہ تقریب میدان فارس میں بڑی شان و شوکت اور تزک و احتشام سے منائی گئی، تیمور کا تخت شاہی شاندار خیموں کے درمیان آراستہ کیا گیا جس کے چو طرف پری جمال کنیزیں قطار در قطار کھڑی تھیں، گوئیے اور مطرب پیچھے کھڑے ہوئے تھے، مرزا، امراء نوابان اور غیر ممالک کے امراء جو ایران و توران سے آئے تھے شریک محفل ہوئے سب لوگ قوی و ذی اقتدار فرمانروا کی سلامتی و بہبودی کیلئے دعائیں کر رہے تھے یہ تقریبات مسلسل آٹھ روز تک ہوتی رہیں،

تیمور نے تخت موس پر حملہ کیا اور اس کو شکست دی اس کے مقابل معرکے میں فتحمند رہا۔ اور تخت موس تخت سے اتار اگیا، عمر خان کے بیٹے کو تخت نشین کیا گیا، جارجیا کے میدانوں میں امیر کے حکم سے بڑا بھاری تہوار بطور تقریب منایا گیا بحر خضر کے مغربی و شمالی کناروں کے سرداروں نے اس کی فرمانروائی کو تسلیم کیا، ارمض باجگزار ہو گیا، ور اپنا خراج ادا کیا یہ دولت مند شہر خلیج فارس میں ہے - درمض تو زمانہ دراز سے تجارت کی منڈی رہا ہے، اس کو سب سے پہلے عربوں نے آباد کیا یہ شہر صدیوں امن و امان اور تجارتی فوائد سے لطف اندوز ہوتا رہا سنہ ۱۲۹۰ء میں

باغیوں کے سروں کا ایک مینار اپنے سپاہیوں کی لاشوں پر چنا تاکہ بطور یادگار رہے یہ تو ایسی چیز ہے کہ دہشت کا ڈر کے مارے خون خشک ہو جاتا، جن لوگوں نے اس تکلیف دہ منظر کو دیکھا ہے وہ یہ کہنے سے قاصر ہیں کہ آیا دن میں زیادہ خوف معلوم ہوتا تھا یا رات میں صبح ہوتے ہی ہزاروں گدھ ان لاشوں پر آ جمع ہوتے اور شکم سیر ہوتے سر شام بھیڑیے اور گیدڑ جمع ہو جاتے اور اس مکروہ ڈھیر پر جی کھول کر اڑاتے، بغاوت کیلئے سخت ترین سزا درکار ہوئی تو تیمور نے سخت ترین سزا دینے میں تامل نہیں کیا کہ آئندہ ایسے حادثات کا سد باب ہو، (تزکات صفحہ ۱۱۹) شرف الدین علی تاریخ تیمور بیگ جلد دوم صفحہ ۲۹۲،

مغلوں نے ارمض پر حملہ کیا اور یہاں کے باشندے ایک ویران آتش فشاں جزیرے میں بھاگ کر چلے گئے جو خلیج فارس کے شمال میں ہے اور بطور یادگار قدیم اس شہر کا نام بھی ارمض رکھا اس جدید ارمض کے بادشاہ نے دانائی سے خیال کیا کہ تیمور کو خراج بھیجے عبد الرزاق سفیر شاہ رخ جو ۱۴۴۲ء میں ہندوستان روانہ کیا گیا تھا، بیان کرتا ہے کہ یہ ایسا مقام ہے کہ دنیا میں کوئی شہر اس کا ثانی نہیں، شام، مصر، روم فارس، عراق، خراسان، ماوراالنہر کے تجار سوداگر اور جاوا، بنگال، سقوطرا، تنیزیم ما لا بار، گجرات اور عرب کے باشندگان یہاں آتے جاتے ہیں یہاں ایسی ایسی نادر چیزیں لاتے ہیں جیسی کہ آفتاب و قمر و بارش تینوں متحد ہو کر اپنی صناعی سے کوئی شے پیدا کریں دیکھو ہندوستان پندرہویں صدی میں از حق لعنت سوسائٹی و نیز کلاویجو صفحہ ۹۴ فی زمانہ تو یہ شہر ویران ہے، جو غیر آباد جزیرے کی حیثیت رکھتا ہے صرف قدیم ارمض کی عظمت و شان کی تصدیق کرتا ہے غرض یہ ہے کہ وسط ایشیا کے کل لوگوں نے اس کو شہنشاہ تسلیم کر لیا تھا،

وصیت نامہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر

در باب تقسیم مملکت

راجہ جے سنگھ سوائی والی جے پور کے دیوان راجہ آیا مل نے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے ایک مکاتیب کا مجموعہ "دستور العمل آگہی" کے نام سے ۱۱۵۶ھ میں مرتب کرایا تھا اس کا اختتام اس وصیت نامہ پر ہوا ہے اس کے دو مخطوطے ۱۱۹۰ھ اور ۱۲۴۲ھ کے لکھے ہوئے ہمارے یہاں موجود ہیں اور ان دونوں سے ہم نے اس وصیت نامہ کی تصحیح کی ہے

بادشاہ بیکس بودم بیکس رفتم از فرزندان سعادت مند ہر کہ سلطنت نصیب شود کام بخش را اگر قانع بر دو صوبۂ جدید باشد مزاحمت نرسانند

وزیری بہ از اسد خان نخواہد بود، و دیانت خان دیوان دکن بہ از دیگران

نوکران بادشاہی با محمد اعظم شاہ بصدق اعتقاد بیعت کنند

بقسمی کہ در حین حیات در باب تقسیم ملک گفتہ می شد اگر راضی باشند لشکر کشی و عالم کشی واقع نخواہد شد

ہر کہ سلطنت نصیب شود خانہ زادان ما را بر طرف نکند و ایذا نہ دہد

تخت نشین دو صوبہ است۔ مستقر الخلافت و دار الخلافت۔ ہر کہ بمستقر الخلافت راضی باشد چہار صوبہ ملک قدیم اکبر آباد و مالوا و گجرات و اجمیر و چکلات و توابع آن و چہار صوبہ دکن خاندیس و برار و خجستہ بنیاد و محمد آباد وغیرہ بنادر۔ ہر کہ بدار الخلافت راضی باشد دہ صوبہ ملک قدیم شاہجہان آباد و پنجاب و کابل و ملتان و ٹھٹھہ و بنگالہ و اودیسہ و بہار و الہ آباد و اودھ۔

سواحل ملیبار

میں

اشاعت اسلام

تحفۃ المجاہدین فی بعض اخبار البرتگالیین کی قسم ثانی کا ترجمہ

یہود و نصاریٰ کی ایک جماعت مدت سے کدن گلور میں آباد تھی[۱] یہ شہر ملیبار کا دارالحکومت تھا ۔ اور اسی جگہ راجہ رہا کرتا تھا یہ لوگ ایک

---

[۱] ایک قدیم روایت ہے کہ ایران کے بادشاہ کیخسرو نے جب یہودیوں کو ایران سے خارج کر دیا تو خلیج فارس کے راستہ سے ملیبار میں آ کر کوچین میں آباد ہو گئے تھے ۔ ڈاکٹر فورشر نے ایک پرتگالی تصنیف یہودیان کوچین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سنہ ۳۶۹ء کے قریب یہودیوں کا ایک گروہ جس میں سات آٹھ ہزار نفوس شامل تھے ۔ اندلس کے جزیرہ میورقہ سے روانہ ہو کر ساحل ملیبار پر وارد ہوا اور یہاں کے شہر کوچین میں سکونت اختیار کی ۔

عظیم الشان کشتی میں بیٹھ کر اپنی عیال و اطفال کے ساتھ ملیبار میں آئے اور یہاں کے راجہ سے سکونت کے لئے زمینوں مکانوں اور باغوں کو طلب کیا اور اس ملک کو اپنا وطن بنالیا۔

اس کے مدت دراز بعد فقرار اسلام کی ایک جماعت اسی شہر میں وارد ہوئی یہ لوگ سیلان کو جارہے تھے تاکہ حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کی زیارت کریں بادشاہ کو جب ان کی آمد کا حال معلوم ہوا تو انہیں اپنے یہاں بلایا اور ان سے جناب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حال دریافت کیا اس جماعت میں ایک معمر آدمی تھا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دین اسلام کی حقیقت اور معجزۂ شق القمر کے واقعات بیان کئے جب ان باتوں کو راجہ نے سماعت کیا تو پیغمبر اسلام کی صداقت قبول کرلی اور اس کے دل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جاگزین ہوگئی اور اس نے صدق دل سے اسلام قبول کرلیا[1]

ملیبار میں نصرانی مذہب مقدس تھوما کی تبلیغ سے اشاعت پایا ہے اسکے علاوہ شام کے نصرانی جو نسطوری کلیسا کے پیرو تھے الجزیرہ اور کالدیا سے آکر ملیبار میں آباد ہوگئے تھے ۔ ۱۲

[1] مصنف علام نے اسلام قبول کرنیوالے راجہ کا نام نہیں بتایا ہے لیکن انڈیا آفس کے کتبخانہ میں عربی زبان کے دو منظوم رسالے ہیں جن میں راجہ کے اسلام قبول کرلنے اور ملیبار میں آکر مسلمانوں کے آباد ہونیکی سرگذشت مذکور ہے ان میں سے ایک رسالہ میں راجہ کا نام شکروتی فرماض اور دوسرے میں شکروتی فرمال رکھا ہے ۔شکروتی سنسکرت کے لفظ چکروتی کی عربی صورت ہے اور اسکے معنی ہیں راجہ یا مہاراجہ اور اسکو ٹامل بولنے والے ایک عام لقب کی حیثیت سے ہر حکمران کیلئے استعمال کرتے ہیں مستشرقین نے ٹامل اور ملیالم اسناد سے اخذ کرکے اس راجہ کا نام چیرومن پیرومال بیان کیا ہے چیرومن کے معنی ہیں چیرا خاندان کا راجہ و فرماض اور فرمال، پیرومال کے بگڑے ہوئے عربی تلفظ ہیں ۔۔ ۱۲

راجہ نے فقرا سے کہا کہ جب تم قدم مبارک کی زیارت سے واپس آنا تو میں بھی تمہارے ہمراہ چلوں گا تاکہ نبی اکرم کی زیارت کروں اور تاکید کی کہ یہ واقعہ ملیبار میں کسی سے بیان نہ کرنا فقرا جب سیلون سے واپس آئے تو راجہ نے بوڑھے سے ایک کشتی کے مہیا کرنے کی فرمایش کی تاکہ راجہ اور اس کے ساتھی بلا تکلیف سفر کرسکیں بندر پر بہت سے اجنبی تاجروں کی کشتیاں موجود تھیں ایک کشتی والے سے معاملہ ہوگیا اور راجہ نے جب سفر کی تیاری کرلی تو اپنے اہل خاندان اور وزرا سلطنت کو بلا کر کہا کہ میں عبادت الٰہی میں مصروف ہونا چاہتا ہوں اس لئے ایک ہفتہ تک کسی آدمی سے نہیں ملوں گا۔ اس کے بعد ملک کا انتظام مختلف آدمیوں کے تفویض کیا اور ہر ایک کے نام حکم لکھدیا تاکہ آپس میں ایک دوسرے کے مقبوضات سے کوئی تعرض نہ کرے اہل ملیبار میں یہ واقعہ اسی طرح مشہور ہے۔ راجہ کی عملداری شمال میں کنجر کوٹ سے شروع ہو کر جنوب میں مکہری تک پھیلی ہوئی تھی

اس کے بعد راجہ فقرا کے ساتھ کشتی میں سوار ہوگیا کشتی پہلے پہل فندرینہ میں پہونچی۔ مسافروں نے اس جگہ ایک رات دن بسر کیا۔ پھر وہاں سے درمفتن پہونچے، جہاں تین روز گزرے یہاں سے روانہ ہوکر شحر میں اترے وہاں عرصہ دراز تک سکونت پذیر رہے ایک جماعت اپنے رفیقوں کی فراہم کی ان سبھوں نے یہ ارادہ کیا کہ ملیبار جائیں اور وہاں دین اسلام کو رواج دیں، عبادت کے لئے مساجد تعمیر کریں۔ اسی اثناء میں راجہ بیمار ہوگیا اور اسے بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اپنے ساتھیوں کو وصیت کی کہ سفر ہند کے ارادے پر ثابت قدم رہیں۔ جب ذیل آدمی راجہ کے رفیق تھے،

شرف بن مالک، ان کا بھائی ملک بن دینار اور ان کا بھتیجا مالک بن حبیب بن مالک وغیرہ۔ انہوں نے راجہ سے کہا کہ نہ تو ہم تمہارے ملک کو جانتے ہیں

اور نہ اس کے حدود سے واقفیت رکھتے ہیں ہم نے یہ ارادہ محض تمہارے ساتھ ہونے کے باعث کیا تھا۔ راجہ نے ان کی گفتگو پر دیر تک غور کیا۔ اور انہیں ملیباری زبان میں ایک خط لکھدیا جس میں اس نے اپنے عزیز و اقارب اور حکام و عمال کے پتے بتائے اور انہیں ہدایت کی کہ کدن گلور، درمفتن، فندرینہ یا کولم میں اتریں یہ بھی کہا کہ ملیبار میں کسی سے میرے بیمار ہونے اور مرنے کا حال بیان نہ کرنا یہاں تک کہ راجہ کا انتقال ہوگیا اس کے دو سال بعد شرف بن مالک، مالک بن دینار اور مالک بن حبیب اور ان کی بیوی قمریہ اور ان کی آل و اولاد ملیبار کی طرف روانہ ہوئے اور جب کدنگلور میں پہونچے تو راجہ کا رقعہ وہاں کے حاکم کو حوالہ کیا حاکم نے خط پڑھ کر اس کے موافق عمل کیا ان لوگوں کو باغات اور زمینات دیئے مالک بن دینار اور ان کے بھتیجے مالک بن حبیب نے کدنگلور کی سکونت اختیار کی اور وہاں ایک مسجد بنائی اس کے کچھ عرصہ بعد مالک بن حبیب اپنے بیوی بچے اور مال و دولت لیکر کولم کی جانب روانہ ہوا۔ وہاں ایک مسجد تعمیر کی اور اسی جگہ اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ دیا۔ یہاں سے ہیلی ماراوی میں پہونچا، اور یہاں بھی اس نے ایک مسجد تعمیر کی اور یہاں سے نکل کر باکنور۔ منجلور اور کنجر کوٹ تک سفر کیا اور یہاں بھی اس نے مسجدیں بنائیں۔ اس کے بعد ہیلی ماراوی میں واپس آیا اور اس جگہ تین مہینہ تک قیام کیا پھر وہ جرفتن درفتن اور شالیات کو چلا گیا۔ وہاں بھی اس نے مسجدیں تعمیر کیں اور پانچ مہینے تک ان شہروں میں مصروف سفر رہا پھر وہ کدنگلور میں واپس آکر اپنے چچا مالک بن دینار کے ساتھ ان مسجدوں کا معائنہ کیا اور ہر مسجد میں نماز پڑھی پھر واپس آئے کدنگلور میں

ل۵ مالک بن حبیب اور مالک بن دینار نے جن مقامات پر مساجد تعمیر کئے تھے ان کے محل وقوع اور موجودہ ناموں کی تحقیقات ذیل میں درج ہے۔

اور شکر کیا اللہ تعالیٰ کا کہ رواج پایا دین اسلام ایسے ملک میں جو کفر و ضلالت
سے معمور تھا۔ پھر یہاں سے نکلے مالک بن دینار اور مالک بن حبیب اپنے دوستوں
اور غلاموں کو ساتھ لیکر کولم کی جانب روانہ ہوئے اور اس شہر میں آکر
سکونت اختیار کی اس کے بعد مالک بن دینار اور مالک بن حبیب اور ان کے

---

(۱) کدن گلور۔ موجودہ زمانہ میں اس کو کرنگانور کہتے ہیں۔ کوچین کے قریب ملیبار کے جنوبی علاقہ میں ساحل بحر پر واقع ہے۔ نہایت قدیم مقام ہے۔ بطلیموس نے مزیرس کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے۔ رومی اور عربی تجار پہلے زمانہ میں اسی شہر میں آیا کرتے تھے

(۲) کولم اس کا ذکر رشید الدین ابوالفدا اور ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے۔ سرحد ملیبار کا اخیر مقام ہے۔ سلیمان تاجر اور ابوزید سیرافی کے زمانہ میں اس کو کولم ملی کہا کرتے تھے

(۳) ہیلی ماراوی۔ ابوالفدا نے اس کو راس ہیلی لکھا ہے۔ رشید الدین نے منجرور اور فندرینہ کے بیچ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

(۴) جرفتن۔ ابن بطوطہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ہیلی سے اس کی مسافت تین فرسخ تھی۔ گزیٹیر میں لکھا ہے کہ ضدا پور کے قریب آباد تھا۔

(۵) دہفتن۔ ابن بطوطہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ گزیٹیر میں لکھا ہے کہ یہ مقام تلی چری کے قریب آباد تھا۔

(۶) فندرینہ۔ اس کا ذکر ابوالفدا اور رشید الدین نے کیا ہے۔ ساحل بحر کی بستی ہے موجودہ زمانہ میں اس کو پندرانی کہتے ہیں اور یہ کالیکوٹ سے جانب شمال سولہ میل کے فاصلہ پر آباد ہے۔

(۷) شالیات ابوالفدا اور رشید الدین نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ابوالفدا کے زمانہ میں یہاں یہودی قبائل آباد تھے۔ کالیکوٹ کے جنوب میں بیپور کے قریب ساحل پر آباد ہے۔

بعض رفیقوں نے شحر کی طرف سفر اختیار کیا اور وہاں پہونچ کر متوفی راجہ کی قبر کی زیارت کی اس کے بعد مالک بن دینار خراسان کی جانب روانہ ہوئے اور اُس جگہ انہوں نے وفات پائی اس کے بعد مالک بن حبیب ملیبار میں واپس ہوئے اور کولم میں اپنے بعض لڑکوں کو چھوڑ دیا اور بیوی کو ساتھ لیکر کدنگلور میں آئے جہاں انہوں نے اور ان کی زوجہ نے وفات پائی ۔ یہ ہے سرگذشت ملیبار میں دین اسلام کے رواج پانے کی ۔

اس واقعہ کی تاریخ کو معین کرنا ہمارے لئے دشوار ہے ۔ گمان غالب یہ ہے کہ یہ واقعہ ہجرت نبوی کے دوسو سال بعد واقع ہوا ہے ۔ لیکن اہل ملیبار کے یہاں مشہور یہ ہے کہ جس راجہ نے اسلام قبول کیا وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاصر تھا اور جب ایک رات چاند کا دو ٹکڑے ہونا دیکھا تو مکہ کا سفر اختیار کیا تاکہ نبی اکرم کی ملاقات سے بہرہ ور ہو ۔ جب راجہ اور اس کے رفیق ملیبار سے نکلکر شحر میں پہونچے تو اس جگہ راجہ کا انتقال ہوگیا ۔ اس وقت مشہور یہ ہے کہ یہ راجہ شحر میں نہیں بلکہ ظفار میں مدفون ہے ۔ اور یہاں اس کی قبر مشہور زیارت گاہ بنی ہوئی ہے اور اس مقام کے باشندے اس کو سامری کی قبر بیان کرتے ہیں ۔ راجہ کے غائب ہونے کا واقعہ ملیبار کے مسلمان اور کفار دونوں کے یہاں مشہور و متواتر ہے ۔ لیکن کفار خیال کرتے ہیں کہ راجہ نے

موجودہ زمانہ میں اس کو چالیام کہتے ہیں ۔

(۸) باکنور ۔ یاقوت حموی اور عبد الرزاق سمرقندی نے اس کا ذکر کیا ہے ۔ ساحل بحر کی بستی ہے ۔ موجودہ زمانہ میں اس کو برکور کہتے ہیں ۔

(۹) منجلور ۔ اس کا ذکر یاقوت ابو الفدا اور دوسرے عرب جغرافیہ نویسوں نے بھی کیا ہے ملیبار کا مشہور شہر ہے شمالی حصہ میں ساحل بحر پر آباد ہے موجودہ زمانہ میں اس کو منگلور کہتے ہیں

آسمان پر صعود کیا ہے۔ اور امید رکھتے ہیں کہ وقت معین پر نزول کرے گا۔ اس کے نزول کے لئے کدنگلور کے کفار نے ایک جگہ مقرر کر رکھی ہے اور وہاں ایک بہت بڑا حوض بنا دیا ہے۔ اور ایک مشہور و معین رات کو اس جگہ راجہ کے نزول کا انتظار کیا کرتے ہیں۔

یہ بات بھی مشہور ہے کہ راجہ نے روانگی سے پہلے اپنے سرداروں پر ملک کو تقسیم کر دیا تھا لیکن اس کا ایک سردار سامری اس وقت موجود نہ تھا۔ بعد میں جب حاضر ہوا تو راجہ نے اپنی تلوار اسے حوالہ کر دی اور کہا کہ اس کے زور سے جس قدر ملک پر ممکن ہو قبضہ کر لے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس سردار نے کالی کوٹ پر قبضہ کر لیا۔ جہاں مسلمانوں نے آکر سکونت اختیار کی اور مختلف مقامات پر تاجر اور کاریگر بھی آکر جمع ہو گئے۔ اور یہاں تجارت کو خوب فروغ ہوا یہاں تک کہ وہ ایک عظیم الشان شہر ہو گیا اور اس کے باعث ملیبار میں سامری کی قوت بہت بڑھ گئی۔

ملیبار کے جملہ باشندے کافر تھے اور ان میں بعض قوی اور بعض ضعیف تھے قوی آدمی اپنی قوت سے ضعیف آدمی کی جائدادیں چھین لیا کرتا تھا یہاں جو لوگ حکمران تھے اس میں سے بعض کی حکومت ایک ایک فرسنخ سے زیادہ نہ تھی بعض کے یہاں ایک سو یا اس سے بھی کم سپاہی ملازم تھے۔ بعض بڑے حکمرانوں کے یہاں دو سو تین سو چار سو پانچ سو حتیٰ کہ ایک ہزار تک سپاہیوں کی تعداد پہونچ گئی تھی۔ بعض مقامات دو دو تین تین حکمرانوں کی حکومت میں مشترک تھے اور ان میں ضعف و قوت کے اعتبار سے لڑائی جھگڑے بھی رہا کرتے تھے لیکن اس کے باعث ان کی عملداری اور حدود میں کسی قسم کا تغیر واقع نہیں ہوتا تھا یہ طوائف الملوکی کولم اور کہری کے مابین واقع تھی۔

اس کے مشرق میں بہت سی دوسری حکومتیں تھیں۔ مثلاً کولتری ۔ ہیلی مارادی
جرنتن ۔ کننور ۔ ارکاد، ورنتن، وغیرہ لیکن ان تمام میں سب سے زیادہ مشہور
اور صاحب شوکت و ثروت سامری کی حکومت تھی اور اس کو تمام ملک پر غلبہ
حاصل تھا ۔ اور سبب اس کا اسلام کی برکت اور مسلمان سپاہیوں کی قوت تھی
جن پر سامری کی حد سے زیادہ نظر عنایت تھی ۔ کفار گمان کرتے ہیں کہ یہ سب
نتیجہ ہے بادشاہ سابق کی عنایت کا جس نے سامری کو اس قدر قوت عطا کی یہ
لوگ عطائے سیف کے واقعہ سے انکار کرتے ہیں ۔ حالانکہ وہ تلوار اس وقت بھی
سامری کے یہاں موجود ہے اور وہ اس کی بہت ہی عزت و حرمت کرتا ہے ۔
سامری جب کبھی جنگ کیلئے روانہ ہوتا یا مجمع عظیم میں آتا ہے تو یہ تلوار شاہی
جلوس کے آگے رہا کرتی ہے ۔

جب کبھی سامری کو چھوٹی چھوٹی حکومتوں سے لڑائی کا اتفاق ہوتا تو
مغلوب غالب کو مال و دولت یا ملک کا کچھ حصہ دیکر صلح کر لیا کرتے تھے اور اگر ایسا
نہ ہوتا تو ان کے ملک پر جبر و زیادتی سے قبضہ نہیں کیا جاتا تھا اور یہ دستور ان میں
زمانہ طویل سے چلا آتا ہے کیونکہ اہل ملیبار سختی کے ساتھ قدیم رسم و رواج کے
پابند ہیں اور ان سے شاذ و نادر اس کے خلاف ہوا کرتا ہے ۔ سامری کے سوا
دوسرے حکمرانوں میں جو لڑائیاں ہوا کرتی تھیں تو اس کا نتیجہ جانوں کی ہلاکت
اور شہروں کی تباہی و بربادی ہوا کرتا تھا ۔

تبصرے

رباعیات حکیم عمر خیام مع مقدمہ ڈاکٹر فریڈرک روزن۔ مطبوعہ برلن ۱۹۲۸ء۔ لوزک اینڈ کو ۴۶ گریٹ رسل اسٹریٹ لندن قیمت ۶ شلنگ ۶ پینی

مشرق و مغرب میں عمر خیام کی رباعیات کے بے شمار نسخے شایع ہوئے ہیں لیکن تنقید و تحقیق کے اعتبار سے ڈاکٹر روزن کے نسخے کو سب پر تفوق حاصل ہے۔ رباعیات کے قلمی نسخوں میں کاتبوں کی لاعلمی کے باعث دوسرے شعرا مثلاً ابوسعید ابوالخیر، سیف الدین باخرزی، نجم الدین رازی، فرید الدین عطار، افضل الدین کاشی وغیرہ کا کلام مخلوط ہو گیا ہے۔ اسی طرح کاتبوں نے خیام کی رباعیات بعض دوسرے شعرا کے مجموعہ کلام میں شامل کر دئے ہیں۔ رباعیات کے مطبوعہ نسخے چونکہ بلا کسی تنقید و تحقیق کے مختلف قلمی نسخوں سے نقل کر لئے گئے ہیں اس لئے دوسرے شعرا کا مخلوط کلام ان میں بھی چھپ گیا ہے۔

رباعیات کے مطبوعہ نسخوں میں سب سے اہم وہ نسخہ ہے جسے ہیرن ایلن نے ۱۸۹۸ء میں شایع کیا ہے۔ یہ بوڈلین لائبریری کے مخطوطہ کی نقل ہے جو ۸۶۵ھ میں بمقام شیراز مکتوب ہوا ہے۔ اس میں ۱۵۸ رباعیاں ہیں اور رباعیات کے مجموعے اس وقت جس قدر نسخے دستیاب ہوئے ہیں ان میں سب سے قدیم ہے۔ جے بی نیکولا نے (جو دولت فرانسہ کی طرف سے ایران میں سفیر تھا) رباعیات کا جو نسخہ ۱۸۶۷ء میں شایع کیا ہے اس میں ۴۶۴ رباعیات ہیں۔ وِن فیلڈ نے اپنے نسخہ میں ۵۰۰ رباعیاں شایع کی ہیں۔ نولکشور کے نسخے میں ۷۶۰، طہران کے نسخوں میں ۶۰۰ سے ۱۰۰۰ تک رباعیاں پائی جاتی ہیں۔

رباعیات کے اس کثیر ذخیرہ کی تنقید و تحقیق کے لئے سب سے پہلے ایک روسی مستشرق

ژوکوفسکی نے سنہ ۱۸۹۷ء میں توجہ کی۔ اور نیکولا کے نسخے سے ۸۲ رباعیوں کو دوسرے شعراء کے دواوین میں تلاش کرکے انہیں الحاقی قرار دیا۔ اس کے بعد سنہ ۱۹۰۵ء میں کرسٹن زن نے اس تعداد کو ۱۰۱ تک پہونچا دیا۔ اس جد و جہد کا نتیجہ یہ ہوا کہ رباعیات کے موجودہ نسخے مشکوک و مشتبہ ہوگئے اس لئے بعد مستشرقین نے رباعیات کے ایک صحیح اور مستند نسخے کے شائع کرنے کی جانب توجہ کی۔ ڈاکٹر روزن نے اس میدان میں قدم رکھا اور ایک ایسے مخطوطہ کو جس کے آخر میں کتابت کی تاریخ سنہ ۷۲۱ھ لکھی ہوئی ہے۔ اصل قرار دیا۔ اولاً بوڈلین اور نیکولا کے نسخوں سے اس کی تطبیق کی۔ ثانیاً شعراء کے تذکروں اور دیگر تصنیفات میں خیام کا جس قدر کلام میسر آیا اس کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا اس جانچ پڑتال کے بعد ۳۲۹ رباعیاں اشاعت کے لئے انتخاب کیں،

اس کے بعد ایک ضمیمہ شامل کیا جس میں ۷۶ رباعیاں ہیں۔ ان میں سے پہلی ۶۳ رباعیاں دیوان حافظ کے ایک قدیم مخطوطہ کے حاشیہ سے نقل کی گئی ہیں اس مخطوطہ کو ہرات کے مشہور کاتب سلطان محمد بن نور اللہ نے سنہ ۹۳۰ھ میں لکھا ہے۔ آخر کی ۱۳ رباعیاں بدرالدین جاجرمی کی کتاب مونس الاحرار فی دقایق الاشعار سے منقول ہیں جو سنہ ۷۴۱ھ میں تصنیف ہوئی ہے۔ اس طرح پر اس مجموعہ میں ڈاکٹر روزن نے ۴۰۵ رباعیات کو جمع کیا ہے

ابتدا میں ڈاکٹر روزن کا عالمانہ مقدمہ ہے جو ۷۲ صفحہ پر تمام ہوا ہے۔ اس میں رباعیات کی نسبت تنقید و تحقیق کے نتائج اور عمر خیام کے واقعات زندگی تفصیل کے ساتھ تحریر ہیں۔

متن کے بعد ان رباعیات کا انگریزی ترجمہ ہے، جسے ڈاکٹر روزن نے نثر میں تحریر کیا ہے اور اس میں خیام کے خیالات نہایت عمدگی کے ساتھ موزوں اور برجستہ الفاظ میں ادا کئے ہیں الحاصل ڈاکٹر کی یہ سعی و کوشش قابل تحسین و آفرین ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ رباعیات عمر خیام کے شائقین اس نسخہ کی ضرور قدر کریں گے۔

مراۃ احمدی تصنیف مرزا محمد حسن المخاطب بہ علی محمد خاں بہادر دیوان صوبہ گجرات۔ اورینٹل انسٹی ٹیوٹ بڑودہ جلد دوم متن فارسی مصححہ مولوی نواب علی ایم اے سنہ ۱۹۱۸ء صفحات قیمت ۱۲ روپیہ۔

ضمیمہ ترجمہ انگریزی۔ مترجمہ مسٹر سیڈن آئی سی ایس صفحات ۲۲۲ قیمت ۶ روپیہ ۱۰ آنہ۔

مراۃ احمدی صوبہ گجرات کی مشہور و معتبر تاریخ ہے جس میں قدیم زمانہ سے مرہٹوں کے تسلط تک واقعات ہیں اور اسے گجرات کے دیوان مرزا محمد حسن الملقب بہ علی محمد خان بہادر نے سنہ ۱۱۷۴ھ میں تصنیف کیا ہے۔ یہ کتاب سنہ ۱۳۰۷ھ میں بمبئی کے مطبع فتح الکریم میں چھپی ہے۔ لیکن اس میں سنہ ۱۱۲۶ھ تک واقعات ہیں۔ سنہ ۱۱۲۷ھ سے سنہ ۱۱۷۴ھ تک پچاس سال کے واقعات حذف ہو گئے ہیں۔ بڑودہ اورنٹیل انسٹی ٹیوٹ نے اس کتاب کے متعدد قلمی نسخے فراہم کئے مولوی نواب علی ایم اے سے اس کی تصحیح کرائی اور اسے بیپٹسٹ مشن کلکتہ کے ٹائپ میں چھپوا کر شایع کیا اور اس میں وہ واقعات ہیں جنھیں مصنف نے بچشم خود دیکھے یا معتبر حضرات سے سنے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ہی حصہ کتاب کی جان ہے اگر یہ شایع نہ ہوتا تو اس عہد کی تاریخ گجرات پردۂ خفا میں مستور رہ جاتی۔

مراۃ احمدی کے آخر میں ایک مبسوط خاتمہ ہے، جس میں احمد آباد کی بنیاد گجرات کے متعدد عمارات، بزرگوں کی مزارات، اضلاع اور پرگنات کی تفصیل بنادر، جزائر دریا ان پہاڑ دان وغیرہ کے حالات، مسٹر سیڈن نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اور اسے بھی اورنٹیل انسٹی ٹیوٹ نے ضمیمہ مراۃ احمدی کے نام سے چھپوا دیا ہے۔ یہ حصہ فتح الکریم کے مطبوعہ نسخہ میں شامل ہے لیکن اس میں بہت سی غلطیاں ہیں، مترجم نے قلمی نسخوں سے مقابلہ کر لینے کے بعد ان کی اصلاح کر دی ہے۔

یشتھا حصہ چہارم کتاب مقدس اوستا۔ معہ ترجمہ و تفسیر تعلیم مرزا ابراہیم پور داؤد سلسلہ ادبیات مزدیسنا۔ ناشرات انجمن زرتشتیان ایران۔ سنہ ۱۹۲۸ء

قیمت جلد معمولی، ۳۰ قران۔ جلد خوب ۴۰ تومان۔

مرزا ابراہیم پور داؤد جو مشرق و مغرب کی متعدد زبانوں کے ماہر اور اوستائی و پہلوی کے جید عالم ہیں۔ کئی سال سے زردشتیوں کی مقدس کتاب اوستا کی تفسیر و ترجمہ میں مصروف ہیں اور اس کا ابتدائی حصہ جس کا نام گاتھا ہے۔ سنہ ۱۹۲۷ء میں شایع کر چکے ہیں اور اس پر ہم نے رسالہ تاریخ کے پہلے نمبر میں مفصل ریویو بھی لکھا ہے یشتھا اس سلسلہ کی دوسری کتاب اور اوستا کے حصہ چہارم کی پہلی جلد ہے۔

یشت اوستائی زبان کا کلمہ ہے اس کے معنی ہیں "پرستش اور ستایش اور نیایش" اس میں پروردگار عالم کی پرستش، فرشتگان بزرگ و برتر کی ستایش و نیایش کے طور و طریق

مذہب و اخلاق کے اسرار وحقایق مذکور ہیں۔ ان کے ضمن میں قدمائے ایران کے قومی حکایات ہوشنگ پیشدادی سے گشتاسب کے عہد تک جگہ جگہ مذکور ہیں، جمشید ضحاک فریدون کیکاؤس کیخسرو وغیرہ کے افسانے جن کو فردوسی طبری، ثعلبی البیرونی نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا یشتھا کے مختلف اجزا میں کہیں اشارتاً اور کہیں تفصیل کے ساتھ ملتے ہیں الغرض ایران کی تاریخ قدیم کا بہت بڑا حصہ اس کتاب میں محفوظ وموجود ہے۔

فاضل مترجم نے دیباچہ کے بعد ایک عالمانہ مقدمہ لکھا ہے جس میں یشتھا کی حقیقت اور مزدیسنا یعنی کیش زردشت کے آئین بیان کئے ہیں اس کے بعد ۲۱ یشت کا ترجمہ کیا ہے۔ ہر یشت کی ابتدا میں مبسوط تمہیدیں لکھی ہیں جن میں ایران کی ابتدائی تاریخ فقہ اللسان (فلالوجی) کے دقیق نکات، تطبیق السنہ کے گرانقدر نتائج قدمائے ایران کے عادات ومراسم کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔

جو حضرات عجم کی تاریخ قدیم اور فارسی لغات کی تنقید وتحقیق سے دلچسپی رکھتے ہیں ان کے لئے یہ کتاب نعمت غیر مترقبہ ہے۔

رقعات عالمگیر

مرتبہ مولوی سید نجیب اشرف صاحب ندوی ایم اے رفیق دار المصنفین
مطبع معارف اعظم گڈھ جلد اول پانچ روپیہ جلد دوم چار روپیہ آٹھ آنہ

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے احکام وفرامین اور مکاتیب ورقعات کا یہ عظیم الشان مجموعہ جسے دار المصنفین نے دس ہزار روپیہ کی کثیر رقم صرف کرنے کے بعد مرتب کرایا ہے۔ اس وقت تک اس کی دو جلدیں شایع ہوئی ہیں۔

جلد اول میں مقدمہ ہے جس میں فن انشا، اور شاہی مراسلات کی تاریخ اور ولادت سے تخت نشینی تک عالمگیر کے واقعات زندگی مذکور ہیں۔ ان پر فاضل مقدمہ نگار نے خود عالمگیر کے احکام ومکاتیب سے روشنی ڈالی ہے۔ اور یہ کام عہد اورنگ زیب کی تاریخ کے بارے میں بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

دوسری جلد میں عالمگیر کے وہ مکاتیب ورقعات جمع ہیں۔ جن کو اس نے تخت نشینی سے پہلے اپنے باپ شاہجہان اپنی بہن جہان آرا بیگم اپنے تینوں بھائی دارا شکوہ محمد شجاع داور بخش اور اپنے فرزند محمد سلطان اور محمد معظم کے نام لکھے ہیں۔ انکی تعداد

۱۸۴ ہے ۔ اس کے بعد چار ضمیمے ہیں جن میں شاہ جہاں ، جہاں آرا بیگم ، داراشکوہ
محمد شجاع اور مراد بخش کے ۱۰۰ مکاتیب جمع ہیں ۔ اس جلد میں ۶ ہاف ٹون بلاکس بھی ہیں
ن میں بابر ، ہمایون ، جہانگیر ، شاہجہاں ، اورنگ زیب اور محمد داراشکوہ کے دست
خاص کے لکھے ہوئے تحریرات کے نمونے ہیں ۔

رقعات عالمگیر کے چھ سات مجموعے مرتب ہوئے ہیں فاضل مرتب نے ان کے متعدد
نسخے جمع کئے اور ان کو باہم دیگر مقابلہ کرکے یہ مجموعہ مرتب کیا ۔ اس کے علاوہ تاریخ اور
دب و انشاء کی کتابوں میں جو احکام و فرامین درج تھے وہ بھی اس میں شامل کر دیئے ، شاہجہاں
جہاں آرا ، داراشکوہ ۔ اور اس کے دوسرے بھائیوں کے مکاتیب بھی بڑی سعی و کوشش
سے فراہم کئے ہیں ۔ اور ان کے لئے فاضل مرتب نے کثیر التعداد کتابوں کی ورق گردانی کی ہے
یہ مجموعہ بظاہر رقعات و مکاتیب کا ذخیرہ معلوم ہوتا ہے ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ
اس میں تاریخ عہد عالمگیر کی نسبت نہایت بیش قیمت معلومات محفوظ ہیں ۔ اور ان کی
رو سے اس عہد کی نہایت صحیح اور قابل اعتبار تاریخ بطرق احسن مرتب ہو سکتی ہے ۔

فاضل مرتب نے مقدمہ میں واقعات عہد عالمگیر کے ماخذوں کی نسبت ایک مفصل
بحث سپرد قلم کی ہے اور اس میں ان تاریخی اور ادبی کتابوں کا ذکر کیا ہے ۔ جن میں
عہد اورنگ زیب کے حالات ملتے ہیں ۔ اس سلسلہ میں ملا محمد وارث کے بادشاہ نامہ
ذکر کرتے ہوئے فاضل مرتب نے اس کے اصلاح دینے والے کا نام علاء الملک تونی
لمخاطب بہ فاضل خاں بتایا ہے ۔ لیکن صحیح نام ملا علاؤ الملک تونی ہے ۔ اس کے بعد ایک
شاہجہاں نامہ کا ذکر ہے ۔ اور اس کے مصنف کا نام علاؤ الملک تونی لکھا ہے ، لیکن
حقیقت یہ ہے کہ اس نے شاہجہاں کے حالات میں کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی ہے ۔
بلکہ محمد وارث نے بادشاہ نامہ کا جو تکملہ ہے اسی کو بعض لوگوں نے غلطی سے علاؤ الملک
کا شاہجہاں نامہ سمجھا ہے ۔

ماثر عالمگیری کی نسبت لکھا ہے کہ اس میں عالمگیر کے پنجاہ سالہ حالات ہیں ۔
حالانکہ یہ کتاب عالمگیر کے گیارہویں سال جلوس سے شروع ہوئی ہے اور اس میں ۱۰۸۰ھ
سے ۱۱۱۸ھ تک عہد اورنگ زیب کے چہل سالہ واقعات کا تذکرہ ہے ۔

دیوان مرزا کامران مرتبہ پروفیسر محمد محفوظ الحق صاحب ایم۔ اے مطبوعہ معارف پریس اعظم گڈھ دفتر مسلم ریویو ۲۱۔ ویلزلی اسکوائر کلکتہ قیمت ۳ روپیہ

ظہیر الدین بابر کے فرزند نصیر الدین ہمایون کے بھائی اور شہنشاہ اکبر کے چچا مرزا کامران کا دیوان ہے جسے پریذیڈنسی کالج کلکتہ کے فارسی پروفیسر محمد محفوظ الحق صاحب ایم اے نے ایڈٹ کر کے شایع کیا ہے اس کے ساتھ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں مبسوط مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں مرزا کامران کے سوانحات زندگی ولادت سے وفات تک بالتفصیل مرقوم ہیں ان کے لکھنے میں فاضل مقدمہ نگار نے بابر نامہ۔ ہمایون نامہ گلبدن بیگم تذکرۃ الواقعات جوہر آفتاب چی، اکبر نامہ ابوالفضل علامی کا تاریخ رشیدی۔ مرزا حیدر دوغلات، منتخب التواریخ ملا عبدالقادر بدایونی تاریخ سندھ ملا محمد معصوم البکری۔ تاریخ فرشتہ وغیرہ معتبر ومستند تاریخوں سے مدد لی۔ اس کے بعد کامران کی شاعری اور دیوان کے مخطوطہ کا تذکرہ ہے۔ یہ مقدمہ اردو میں ۵۸ صفحات پر اور انگریزی میں ۱۲ صفحات پر تمام ہوا ہے۔

دیوان کا مخطوطہ جس سے مطبوعہ نسخہ نقل کیا گیا ہے۔ بانکے پور کی اورنٹل لائبریری میں محفوظ ہے۔ ہرات کے ممتاز کاتب محمود بن اسحق شہابی نے اس کی کتابت کی ہے اور خاقان مغلیہ کے کتب خانہ میں مدت تک رہا ہے۔ چنانچہ اس کے سرورق پر جہانگیر اور شاہجہان کے دست خاص کی لکھی ہوئی تحریریں موجود ہیں۔ اس میں فارسی اور ترکی دونوں زبانوں کا کلام موجود ہے۔ لیکن مطبوعہ نسخہ میں ترکی کلام حذف کر دیا گیا ہے۔ کتاب میں چار ہاف ٹون بلاکس ہیں۔ منجملہ ان کے تین پلیٹ میں بابر۔ ہمایون جہانگیر اور شاہجہاں کی دست خاص کی لکھی ہوئی تحریروں کے نمونے ہیں۔ چوتھے پلیٹ میں محمود شہابی کی ایک وصلی کا فوٹو ہے

درر فارسی مرتبہ ڈاکٹر محمد نظام الدین منشی فاضل پی۔ ایچ۔ ڈی۔ پروفیسر فارسی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن سنہ ۱۹۲۹ء قیمت دو روپیہ ۸ آنہ۔

فارسی زبان کے منتخبات کا بہترین مجموعہ جو میٹرکیولیشن یا اس کی مماثل جماعتوں کے لئے مرتب کیا گیا ہے۔ ہندوستان میں دوسری یونیورسٹیوں کے لئے بھی ایسے مجموعے مرتب ہوئے ہیں۔ لیکن ان میں ایسی خصوصیات نہیں ہیں جو اس میں پائی جاتی ہیں اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس نوعیت کا مجموعہ اس سے قبل ہندوستان میں شایع نہیں ہوا ہے اس کی سب سے پہلے اور نمایاں خصوصیت یہ ہے۔ فاضل مرتب نے اس میں

انتخابات کو عہد دار مرتب کیا ہے اور ہر عہد کے شاہکار نمونے جمع کئے ہیں دوسری خصوصیت یہ ہے کہ انتخابات میں مختلف نوعیت کے مضامین کا لحاظ رکھا گیا ہے اور انکی وجہ سے طلبا کو ایران کی تاریخ وجغرافیہ ایرانیوں کے عادات و مراسم اور زبان کی عہد وار ترقیوں سے ایک گونہ واقفیت ہو جاتی ہے۔

ہر انتخاب کی ابتدا میں ان کے مصنفین کی مختصر سوانح عمریاں بھی لکھی ہیں جسکے باعث ادب فارسی کے مشاہیر مصنفین سے طلبا واقف ہو جاتے ہیں۔ الغرض اس مجموعہ کی بدولت نہ صرف تحصیل زبان میں مدد ملتی ہے بلکہ اس کے پڑھنے والے کو ملک ایران اور وہاں کی زبان کی نسبت عام معلومات بھی حاصل ہو جاتی ہیں۔

صقلیہ میں اسلام

مصنفہ مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر۔ دلگداز پریس لکھنو ۱۹۳۰ء حجم (۱۰۴) صفحات۔ قیمت ایک روپیہ۔

صقلیہ بلاد ایطالیہ (اٹلی) کے نیچے بحر متوسط کا ایک سرسبز و شاداب جزیرہ ہے اس وقت اس میں مسلمان آباد نہیں ہیں۔ لیکن ایک زمانہ میں ۲۱۹ھ سے ۴۸۴ھ تک تقریباً دو سو پچھتر سال انہوں نے بڑی شان وشوکت سے حکومت کی ہے۔ اور اس عرصہ میں یہاں بڑے بڑے علما فضلا شعرا اور فقہا پیدا ہوئے۔ ہزاروں مسجدیں بنائیں اور سینکڑوں قلعے تعمیر کئے غرض کہ اسے اسلامی تمدن وتہذیب کا مکمل نمونہ بنا دیا تھا۔

مولانا شرر نے اس کتاب میں اسی عہد کا تذکرہ کیا ہے۔ اور یہاں کے مسلمان حکمران اور ان کے عہد کے فتوحات و واقعات ابتداء فتح سے اسلامی حکومت کے خاتمہ تک اپنے خاص انداز میں تحریر کئے ہیں۔ یہ کتاب پہلے پہل ۱۹۱۷ء میں رسالہ دلگداز میں مضمون کی حیثیت سے شایع ہوئی تھی۔ اب مولوی محمد سراج الحق صاحب نے جو دلگداز پریس کے منیجر ہیں اسے بصورت کتاب چھپوا کر شایع کیا ہے۔

خان جہان لودہی

مولفہ مولوی اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی۔ ایڈیٹر رسالہ عبرت۔ نجیب آباد۔ تقطیع چھوٹی صفحات (۲۸) قیمت چھ آنہ

اس کتاب میں خان جہاں لودہی کے سوانحات زندگی مذکور ہیں یہ شاہ جہانگیر کے امرائے کبار سے تھا۔ کتاب کی ابتدا میں لودہی قوم کی اصلیت پر محققانہ بحث ہے اس کے بعد خاں جہاں لودہی کے آباؤ اجداد اور خود خان جہاں کا تذکرہ ہے اس کے مصنف

مولوی اکبر شاہ خان نجیب آبادی کے مشہور مصنف اور محقق تاریخ ہیں ان کی تاریخی تصنیفات سے تاریخ اسلام اور آئینہ حقیقت نما کو قبول عام حاصل ہو چکا ہے مصنف صاحب نے اس میں خان جہاں کی شجاعت و بہادری کے حیرت انگیز کارنامے خوب بیان کئے ہیں لیکن تعجب ہے کہ اس کے ایک علمی کارنامے کو قلم انداز فرما دیا۔ اسی خان جہاں نے جہانگیر کے عہد میں ملا نعمت اللہ بن حبیب اللہ ہروی سے ۱۰۲۰ھ کے حدود میں ایک تاریخ لکھوائی تھی۔ جس کا نام مخزن افغانی ہے اس میں اقوام افاغنہ کا تذکرہ، خاندان لودی کی تاریخ اور خاصکر جہانگیر اور خان جہاں کے حالات خوب لکھے ہیں اور ہندوستان کی تاریخوں میں یہ ایک بے نظیر کتاب سمجھی جاتی ہے۔

دیوان مجذوب

طبع لاہور۔ شایع کردہ حکیم نادر علی صاحب ریٹائرڈ طبیب شفاخانہ دارسی خنگشن علاقہ سرکار نظام۔ حجم ۲۱۲ قیمت عہ

مجذوب کا دیوان بہت نایاب تھا۔ مولوی نادر علی صاحب کے یہاں اسکا ایک خوشخط مخطوطہ ۱۰۶۶ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس سے صحت کیساتھ نقل کر کے موجودہ نسخہ شایع کیا ہے جسمیں غزلیات رباعیات قصائد اور بعض ناتمام مثنویات شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا اور کلام بھی ہے جو اسمیں نہیں ہے مثلاً انھوں نے ایک مثنوی شاہ راہ نجات کے نام سے لکھی جو ۱۰۶۰ھ میں تمام ہوئی اور حسب ذیل بیت سے اسکی تاریخ تصنیف نکلتی ہے (بہر تاریخش آنکہ دُرہا سفت) یہ مثنوی ان کے کلیات کے اس مخطوط میں موجود ہے جو بانکی پور کے کتب خانہ مشرقیہ میں ہے۔

مجذوب کا نام سید محمد ہے یہ تبریز کے رہنے والے تھے ان کا مشرب صوفیانہ تھا خواجہ حافظ کی اتباع کیا کرتے تھے۔ مجذوب کا ذکر مرزا طاہر نصرآبادی نے اپنے تذکرہ اور بندرابن خوشگو نے سفینہ میں کیا ہے مجذوب نے شاہ عباس ماضی کے اخیر عہد میں نام نمود حاصل کیا شاہجہاں کے اخیر زمانہ میں ہندوستان آئے اور اسکے فرزند شجاع کے دربار میں توسل پیدا کیا چنانچہ اپنی ایک غزل کے مقطع میں اسکا تذکرہ بھی کیا ہے (فاش میگویم تو مجذوب از درگاہ کیست * شیر یزدان شہسوار دین شہنشاہ شجاع)

ریو نے مجذوب کی وفات کی ایک تاریخ نقل کی ہے جس سے ۱۰۹۳ھ برآمد ہوتا ہے۔ (گفتا آسود در بہشت عالی) ۱۰۶۰ھ میں انھوں نے شاہ راہ نجات لکھی اور ۱۰۹۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ اس لحاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے بہت طویل عمر پائی تھی اور سو سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ تھے

تذکرة الملوک

تصنیف

ملا رفیع الدین ابراهیم بن نورالدین توفیق شیرازی

در حدود سنه ۱۰۱۷ه تا سنه ۱۰۲ه هجری

بسم الله الرحمن الرحیم

حمد و ثنائی که اشعهٔ لمعاتش چون بارقهٔ نور از چهرهٔ حور تابان باشد و قطرات
زلالش چون رشحات سیل بروضات ریاحین خلد روان گردد و شکر و سپاس
که نفحات مجمر نکهتش آتش در دل لاله سیراب انداز د و شمه از روایح نسیمش
خون در جگر آهو تاتار نافهٔ مشک ناب گردد و تحف بارگاه بادشاهی که ساقه
کلمه نصرت اعلام دین قوایم را پیکر ظفر بخشد و به تعویذ تائید بازوی کامگار
مبارزان میدان جهاد شجعان مضمار جلال را تقویت و آن مالک الملکی
که پیل صف شکن اعادی را به رقه منقار مرغ ضعیف ترکیب مقهور گرداند
و پشهٔ ذرهٔ مثال را قوة استیلا بر مملکت حیواة دشمنان ارزانی داشت تقدست
مشیته و جل جلاله و علا عن الاضداد و النظائر ستاری که پرده کشای از چهره مخدرات
غیب بدست الهام آسان کرد و رفع حجاب کبریا با ادراک دیدهٔ دوربین نزد
یکان میسر گردانید معبودے که آوازهٔ قدرتش ندائی غیب چنان در داد که صخره
از استماع آن زبان به تسبیح برکشاد و داعی یگانگیش از آن پرستش چنان اقامت
کرد که قامت نهال روے سوے سجود آورد و سوسن آزاد بدعوی بندگیش

رطب اللسان ست وچشم نیم کش در بدائع فطرتش سراسیمه حیران شده

ففی کل شیء له آیة　　　تدل علی انه واحد

حکیمی که جرعهٔ زهر قاتل را با شربت تریاک نافع در کاسهٔ سرافسی بهم آمیخته و نیش جان گزائی با نوش روح افزائی در حقهٔ وجود زنبور تعبیه فرمود و گوهر درخشندهٔ سعادت را با شبهٔ تاریک شقاوت را در رشتهٔ باریک تکلیف کشید

قوله تعالیٰ لیهلک من هلک من بینة ویحیی من حیی عن بینة

وصراط المستقیم۔

هدایت را با جادهٔ عمی ضلالت مقارن گردانید لئلا یکون للناس علی الله حجة از لمعات آیات هزار شمع ظهور بدست هر ذره داد و از کمال صفات حجب کبریائش حقیقت ذات فروبست تا صورت بے مثال واحدانیتش بر مرات هر خاطری اسطلاح نیابد و یعنی بی نهایت فردانیتش از جام جهان نمای عقول انبیا محجوب ماند هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بکل شیء علیم

راه بسے رفت ضمیرش نیافت　　　دیده بسے جست نظیرش نیافت
عقل درآمد که طلب کردمش　　　ترک ادب بود ادب کردمش

در مهب نسیم لطفش ملاقدسی درس تعلیم از آدم خاک گرفتند و در مورد سموم قهرش ابلیس مطرود غبار بر آئینهٔ ضمیر او نشاند جای که بادبی نیازی می ورزید فرزند نوح مفید نیامد جای که باران رحمت باریدز و جیبت فرعون زیان نداشت حفظ او چون ترتیب میکرد که شکم ماهی را مهد آسایش یونس گردانید و قدرتش چون انتقام می کشید باطن درختی را زندان هلاک ذکریا کرد۔

آنکه نیل مادری بر چهرهٔ مریم کشید　　خفظ او بی آنکه زایل شد جمال اختری
آنکه خار اژدها دندان عقرب نیش را　　شخنگی داد است براطراف کلبرگطری

در نصرت دوستان صبار از جیش عزم مردم بخشید و در نقمت دشمنان سیار وبسیل عزم خراب کرد روئے زمین را بدعاء نوح دریا مواج و غمزه دریا را برائے موسی سبیل مخاج گردانید خامه تقدیرش حرف بر آب زده پیکر انسانی را قرار یافت ونقاش فطرتش رنگی بخاک داده از مغربی نقش گرفت۔

قطرهٔ نطفه که از صلب سحاب بچکد　　در گرفت تربیتش لولوٴ مرجاں گردد
پارهٔ خوں که در افتد ز سر بینی کوه　　از شعاع کرمش لعل بدخشاں گردد

الهی ما مشتے خاک صفات پاکت را چه گونه توانیم دانست ماعرفناک حق معرفتک واز ما قطره آب در معرض دریا پرستش چه شایستگی آید ماعبدناک حق عبادتک اگرچه کرامت از خزانه اعطی کل شئ خلقه یافته ایم بطراز ثم هدیٰ مشرف گرداں وگر فطرت سلیم صانع فطرة الله التی فطر الناس علیها میداریم به تشریف والعاقبة للمتقین مزین وآرایش ده محلتی را که در بدن خاک ما ترکیب فرموده بزلال صبر جمیل ساکن گرداں استونه که در نهاد ما نهاده توفیق شکر جزیل ذریعه آں مطلوب فرما۔ وذات عقول ما در هوای خورشید معرفت سرگرداں مانده بجاذبهٔ انس بجانه مراد رساں و دیدهٔ کوتاه بیں ما استشراف حقایق اشیا آرزو کرده با نور قدسی فریادرسی فرمائی

چارهٔ ما ساز که بے یاورم　　گر برانی گو بکه رو آورم
از پے تست ایں همه امید و بیم　　هم تو ببخشای و ببخش اے کریم

ہر تحفہ تحیات مبارکات وتحیت درود وصلوٰۃ علیہات کہ محل ثنائش
تخت نشینان سبع آرایک و مورد تجاذب کرّوبیان ملایک بود۔ ریاض فردوس
از شمامہ معطران غالیہ سائے و باد روح افزائی بہشت از طیب روائح آں عطر
آمیزی کند بروفق میعاد ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی۔
نثار روضہ منورو ضریح مقدس خواجہ کائنات وخلاصہ موجودات

محمد کافرینش ہست خاکش ہزاراں آفریں برجان پاکش

درسایۂ اوقات وازمان وعائدادوار واحیان ارزانی فرمائی آں مبارک
قدمی کہ بیامن اوتجویز غوایت منقطع گشت وازولایت رسالتش جائی ضلالت
بطریق مستقیم ہدایت مبدل شد واز یمن کمالات ذاتش طغرائی الیوم اکملت
لکم دینکم بر کشور دین قدیم کشیدند و از ماثر سعی مشکور۔ تم ورضیت لکم الاسلام
دینا بر صحیفہ ملت زہرا نہاد۔ سابقہ رحمت الٰہی کہ ہر معجزی را زمانی مقرر وہر ملتی
را مدتی مقرر گردانیدہ چوں نوبت بہ نوبت بذات مقدس او کہ سرور افزائش
و نور دیدہ اہل بینش است وسیلہ آفتاب معجزہ اورا بر چہرہ ہر زمانی تابندہ و آثار
ملت اورا بر روے ہر یگانی پائندہ داشت معجزات اورا تا دامان قیامت آخر الزمان
بطراز بقا مطرز وشعار شریعت ظاہرش تا نفخ صور بسمت ظہور موسوم گردانید قرآن
قدیم بینہ صدق اورا تا ابد ندای فاتو بسورۃ من مثلہ میزند و فحوای لیظہرہ
علی الدین کلہ قواعد ملت اورا تا قیامت استحکام میدہد

اے خاک کردہ پائی تو با عرش ہمسری ختم ست بر کمال تو وصف پیمبری
در معرض ظہور نکرد از علوی قدر با آفتاب سایۂ شخصت برابری

طراز قدری که بر لباس شب لائح است از میامن آثار شب معراج اوست
بارقهٔ نوری که در عارض روز تابان مانده بمبارکی طلعت شب افروز او برق آتش
بای کوری دشمنان دین را از براق تیزگامش سرعت سیر آموخت و ابر باد پیمائی
سیرابی روندگان راه یقین را از دریاء معجزش باران رحمت بارید

شمس له بطحی امکه ثم الرائی البطحات   یستشغفون الی التعلم بوجه...
فیفیض وادیهم من الاندار   ودلیل ما احکسب مدغه...

وچون ندای طلب لم تکونوا بالغیه الا بشق الانفس بگوش هوش
شنیده عطارد که منشی دیوان آسمانست تا غلامی انامل لا تخط بیمینک بجان
خرید لعبت تحریر رشید محتسب دین قویمش زهره را مشکور ابکار نشانده گرد جهان
می گرداند و امر معجز قاهرش آفتاب هر جائی را معجز حیا در ردی کشیده مریخ تیغ
انتقام از نیام بر آورده تا سر از کشای دین قویمش می رُباید و مشتری دست
دعا باستمداد بر کشیده تا قدم ره روان راه استواء ماند کیوان به پاسبانی قصر جلالتش
مبالات می نهاید و سپهر باکتحال خاک پائش روشنی دیده اقبال می جوید

ای چرخ کبود زنده دلقی   در گردن پر خانقاهت
نه توان تنگ کردن سمند   شب طرهٔ پر چشم سیاهت

آن بادشاه که چتر بر سر مبارکش ابر مشکین بر میداشت پایهٔ تخت
رفعتش بر دوش سدره المنتهی استوار آمد زینت تاج مبالاتش از گوهر لولاک
وطرف کمر مبارکش از جوهر روحی فداک سواد سایهٔ همایونش سرمهٔ چشم خورشید
وغبار موکب میمونش اکسیر سعادت جا دیده ماه طلعت نیرش چون از مطلع

بدر بر آمد آفتاب عمر عدو در حفر چاه فرو رفت خورشید غره غزیزش چون
از مشرق نبوت طالع گشت جسم مغربی بدر را به تیغ اعجاز دو نیم کرد الهی
ناطقه هیچ ما را قوت تائید بخش که مناقب خلیلت را شاید و زبان هیچ سرای
را موهب توفیقی کرامت فرمائی که ثنائی حبیبت را بواجبی سراید۔

وگر نا من گدا ایں خاک باشم   گراں بیموں ورق حرفی تراشم

برروئے زبان بیهوده گوئی ما آب آتانیتی بزن تا جناب مقدس
او را در ورودی و یسم خلوت خاطر ما را از تصاویر باطل پاک گردان تا خیال او را جائی
دہیم اللهم صل علیه صلواة اتحالی خلائقه العز وتضاهی
شماله الزهر کلما ذکر الذاکرون وکلما سهی عنه الغافلون
وعلی اله الاخیار واصحابه الابرار الذین کانوا بنیان الشریعت
الشریفة ومبانی قواعد الملة المنیفة۔

مصابیح الهدی فی حنادس الدجی   اصحابه الاخیار اعلام الهدی

والحمد الله رب العالمین اما بعد یقول العبد الفقیر الی الله الباری
رفیع شیرازی تاب الله علیه توبة نصوحا وافاض علی ساحة حاله
من مراحمه فتوحا بمقتضی واجعل لی لسان صدق فی الآخرین همواره
باطلان در بلاغت صحائف دواوین را محاسن آثار ابرار مزین گردانیده اند و
ناشران زهر براعت صنائع از ماں را با نواز ذکر ایشاں جلا کرده دیباچه هر
قرنی را بذکر جمیل صاحب قرآن مشرف گردانیده. وعنوان هر دوری را بقید
مناقب و ذکر شوکتی زیب و زینت داده گوش وگردن ایام را بجواهر

مآثر خسرواں رفیع مقدار آراسته اند و معاطفت در دیال مشهور عوام را بزواہر مفاخر بادشاہان کامگار مطرز گردانیده و بهر وقت استادان که گوئی فصاحت درہم چوگان مکنت ایشاں بود در مضمار مکارم دلائل و اعلام نصب کرده اند و طرق معالی را آثار و علامات ظاهر گردانیده ذکراناں که در کسب نیکنامی کوشیده اند بخور مجامر مجالس ساخته و حکایت گروهی که از اخلاق حمیده عاطل بوده اند شجرۀ ننگ و عار گردانیده رایات صاحب دولت ثرآیا نهایت را در رشته انتظام کشیده اند و طلائع کار اختیار را با انعام جمع کرده تا طوطیان حسن اعمال از شکر شکر ایشاں قوت ساخته اند و عنادل ذکر جمیل سرائیدن نغمه ستائش پیش گرفته۔

الدهر یفنی و یبقی ذکره ابدا باشد شر دِ بالمعروف معروف
فاجهد لتکسب مجدا باقیا ابدا فالمرء بالفعل بعد الموصوف

و بے گمان سودے که از عمر اندک مایه برتواں بست تخلید نیکنامی است و لمعه که از نور حیوٰة بفرعیت اقتباس تواں کرد پرتو ذکر باقی ست مآثر باقی خلفا به مساعی مشکور منظم انتظام پذیرفته و مفاخر سلف به بیان کامل گشته از رباع سلطنت محمود جز نتایج خامه اثری باقی نمانده و از قصر رفعت البو جز نتایج کلاک صابی خبری نمی دهد۔

آں خسرواں که نام نکو کسب کرده اند رفتند و یادگار از ایشاں جز آں نماند
ایشاں نهاں شدند درین تیره خاکدان لیکن شعار کردۀ ایشاں نهاں نماند

و بی شبهت در ذکر سیر و تواریخ فواید بسیار است و در ثبت مثالب و مناقب

فواید بے شمار اول آنکه سیرت حزم و کاردانی جهانداری مذکور گردد و حکایت
تیقظ و هوشیاری کامگاری در قید کتابت آید و لامحاله صنوف کامگاری
که بداں مرتبه منیفه مرتب گشته باشد در عقب آں یاد کند و انواع کامرانی که
نتیجهٔ آں خصلت شریف بوده باشد بعد ازاں به ادا رساند و حسن عاقبت
اوراکه به اشارهٔ تدبیر صواب یافته بیان کند و سرانجام نیک که بوساطت استعمال
حزم ادراک کرده روشن گردانند و خردمند بداں اهتدا کند و نیک بخت کار
بداں اقتدا نماید و بر مصداق اولئک الذین هدی الله فبهداهم
اقتده کاری پیش گیرد که بحسن خاتمت مودی گردد و شغلی پیش نهاد ضمیر سازد که
بخیر و سعادت سرایت کند۔

فریدون فرخ فرشته نبود — ز مشک و ز عنبر سرشته نبود
ز داد و دهش یافت او نیکوی — تو داد و دهش کن فریدون توئی

و ثانی آنکه اگر سیرتے غافلی گذارش پذیرد و صفات سست تدبیری
ثبت گردد لاجرم وخامت عاقبت که بداں تعلق بوده باشد در رسد و سوء خاتمت
که بداں منوط گردد بد و در آید بحکم فاعتبروا یا اولی الابصار متذکر هوشیارے
ازاں انتقاظ یابد و متادب امور کار ازاں اعتبار کند تا بمضمون وحیل بینهم
وبین ما یشتهون کما فعل باشیاعهم من قبل مبتلا نگردد ختم الله تعالی
خواتیم اعمالنا بالحسنی و ثالث آنکه چوں اهل خبرت از مطالع اخبار
اشباه یابد و ارباب کیاست از مشاهده آثار بند تدبیر گردد از تعاقب امداد
اقبال زیاده مرجان نشوند و از تواتر آثار ادبار بغایت غمگین و اندوهگین نمانند

اگر شادی پیش آید چون از مثال آن برگذشتگان اثری نه بیند رعنائی را
بخود راه ندهند و اگر غمی گرد خاطر بر آید چون از نظایر آن بر اسلاف بقیه نیابند
رسوائی بخیال نیارند بیت

به نیک و بد بسر آید جهان همان بهتر — که زندگانی با طبع شادمانه کند

و رابع آنکه از غرائب انقلابات بقدرت قاهره مالک الملک جل جلاله
استدلال کند و از عجائب تحویلات بوحدانیت خالق بیچون عم نواله زیاد تیقن
حاصل کند و از اختلاف امور به معرفت مقلب القلوب والاحوال فائز شود۔
و از تصاریف ایام نهایت کمال ایزد تعالی تعریف نماید و شکی نیست که تحقیق
این معانی در هر زمان که مشتمل بر غرائب حالات بود زیادت وضوح یابد و تکمیل
این مقاصد دوری که محتوی بر عجائب آثار باشد بهتر میسر شود و بیقین چون دریای
فتنه در آشوب بود و عورصف حادثه در حرکت آید صاحب تمکین که کشتی قرار را
از گرداب تزلزل نگاه دارد و جهانداری که حدود ممالک را از ترکتاز نوائب
صیانت کند ذکر شمهٔ از مناقب او اول اخلاف از ضروب مقترحات و بنیان
بندی از مفاخر او قدوه الاعقاب از قبل واجبات بود و بحمد الله تعالی و کمال
الطاف چون بندگی حضرت بادشاهی جهان سلطان تاج بخش کامرانی طراز
کعوب جهانبانی مشید۔ مراسم مسلمانی اسکندر کیوان حشم و کیس جمشید مشتری مهر و
تمکین بهرام مریخ حمله و آهنگ و آرائی خورشید علام فیروز جنگ خسرو ناهید
بزم فریدون عطارد حزم و عزم سلیمان ماه رایت و علم یوسف سیاره خدم و حشم
بلند همت و بسیار دان و اندک سال — جهان کشائی و ممالک ستان گیتی

دار اظل الله فی الارضین جلال الحق والدین شاه ابراهیم عادل شاه
بن شاه طهماسپ بن شاه ابراهیم خلد الله تعالی ملکه و سلطانه
و افاض علی العالمین بره و احسانه و عدله در سپهر پادشاهی آفتابی ست
درخشنده در اوج رفعت و سرافرازی خورشید تابنده آسمان قدرش چون قدر
بیرون از ادراک اوهام و سپهر سریرش چون سپهر سپهر متجاوز از مدارک افهام
برق حسامش چون حسام برق آتش آهنگ و غمام انعامش چون غمام دررنگ
قامت سروشانش تا بجوی بهار سلطنت بالا کشیده دولتیان روزگار
چون سبزه از جرعه اقبالش سیراب میگردانند و گلهای دولت ابد پیوندش
نسیم کامرانی شگفته تاج داران چون بلبل نغمه سرا از خلق مشکبوی گشته آفتاب
سلطنت پایدارش تا از افق سروری شارق گشته فتح و نصرت چون سایه دست
در دامن موکب همایون زده و هیچه چتر آسمان سایش تا از ملک مطلع کامرانی
برآمده دولت و اقبال چون هاله محیط مخیم همایون گشته بارقه تبسمش را باران
انعام لازم و خنده حسامش را گریه اعدا مقارن رضائی خاطر سیر نقشش قاید خیل
امال و اسهار رای منیرش مستلزم وفود اجال لطفش مجاهر بحار حیات و عنفش متحد
حدود ممات مشاطه رایش رضیع لبان امانی و مضاد او همعنان نهایت
زندگانی۔

زهی مبادی خشم تو قطع آمال | زهی محاذی کلک تو منبع احسان
زهی وفاق تو دروازه حیات ابد | زهی خلاف تو دندانه کلید فنا

ذات بی همتایش واحد الانام و کف گهربارش ثانی انعام رای بلندش

ثالث النیران و پایۂ قدرتش بر کامل و قدیں بطالت جاه عریضش متجاوز از چهار سوی ارکان و بیخ نوبت دولتش قرار طارم کیوان- میدان بیکران عرش بیرون از عرصه سدس خاک و کنگره قصر جلالش محاذی چرخ مقوس افلاک شده ایوانش ثامن سبع طریق و تیغ جهان کشائش مؤید به تسع آیات حقایق-

ای نگار خاطرت راهفت اختر در پناه   وی علو همتت را نه فلک در اهتمام

از عدالت بمرتبه که سلیمان را با زار موری نخواهد و روشنا آئینه دولت به آه مظلومی تاریک نسازد و انسانیکه عنقریت بالتفات خاطر همایونش جز ساغر صبها را دست بغارت گری عقول نرسد و بغیر از نگاه رایش جای ربودن نباشد

لطفت به کرم چارهٔ بیچاره کند   عدلت ستم از زمانه آواره کند

در موسم عدل تو صبا را نه بود   آن یارد که پیراهن گل پاره کند

از سخاوت در مقامی که خامه از وصف شمۂ از آن سر سبز و شاداب گرده و اندیشه از بیان نکته از آن بدریای بیکران غرق شود فیض عام ورشحۂ از بهر انعام عام او راست و یعه عمان قطره از دریای احسان او چه گفتم-

قطرهٔ باران بود شرمنده پیش بخش او   از کف دریا نوازش بخشش آموزد سحاب

و اگر نه آن بودی که از اطناب گرد ملالت بحاشیۂ ضمیر منیرش راه یابد از تطویل شیر نفس شریک شامت پزیرد در بیان نبذی از مکارم اخلاق بادشاهی علی الاجمال خوض کردمی و در شرح شمۂ از محاسن صفات شروع رفتی خالی از اثنائے این تذکرة الملوک از هزاریکی و از بسیار اندکی مفصل خواهد گشت استطاع

بران ست فی الجملہ

بعہد خلق کریم می شود معلوم که چیست معنی لفظ مکارم اخلاق
بنابر مقدمات سابق از دست ہمت فضلائی جہاں واجب ست کہ
در بیان موافقت مقدس ایں خانوادۂ عالم پناہ جہت مستطاع بہ تقدیم
رسانند و در ضبط جملہ تفاصیل ایام واوقات ہمایوں عنایت اجتہاد مفروغ
گردانند من بندہ کم از مبادی ایام بست سالگی الی یومنا کہ ہفتاد درجہ از درجات
زندگانی کردہ درہ مثال خاک برداشتہ آفتاب عنایت و عاطفت حضرت
سلطنت پناہ و عم بزرگوار انحضرت شاہ علی عادل شاہ کہ دریں اوراق بعہاں پناہ
مذکور ست بودہ ام و مانند شاخ ضعیف نبات پروردۂ ابر احسان بی پایاں ایں
دولت خانہ گشتہ و خدمات بے حدوعد انجام رسانیدہ تقدیم گاہے کہ از مشغل
خدمات فارغ می گشت بہ مطالعہ تاریخ ذکر سبب تالیف ایں اوراق واختصار
شش جلد روضۃ الصفا و جلد ہفتم حبیب السیر می شد چنانکہ شش جلد روضۃ الصفا
را اکثر مطالعہ کردو جلد ہفتم روضۃ الصفا نایاب ست ۔ و جلد ہفتم حبیب السیر
بہ خاطر آوردہ اختصار تامی دہم و رسید گاہی در مجالس بہ تقریبات مبحثی چند
می گذرانید و عزیزاں گاہی بہ تحقیقات می فرمودند عزیزی کہ در امور دنیوی
شانی وشوکتی داشت توقع اختصارے از روضۃ الصفا داشت ۔

مقدمہ در ذکر سبب تالیف ایں اوراق و اختصار شش جلد روضۃ الصفا و جلد ہفتم حبیب السیر

چوں جانب عزیز بود و رعایت اوازو اجبات از روئے جہل و نادانی

واستحضار بعضی مقدمات دیگر متعهد این امر شد بعد از اتمام اختصار هفت جلد مذکور بخاطر ناقص رسید که مجملی از احوال سلاطین دکن از ابتدای اسلام این ملک و بادشاهانی که معاصر ایشان بوده اند بعضی را که پیشتر بوده اند بعد از تفحصات و تحقیقات احوال مرقوم ساخته ام و بعضی را خود مشاهده نموده مفصل و مختصر بیان نموده از سامعان توقع آنکه اگر سهوی و یا لغوی یا در عبارت تقصیری واقع شود به لطف خود میگذرانیده باشند و راقم حروف را به دعای خیر یاد آوری می فرموده باشند شاید که از یمن برکت انفاس حضرت عالیات تخفیفی در عقوبات اخروی روی نماید در تاریخ یکهزار و هفده سال هجری در شهر رمضان المبارک در دار السلطنت بیجاپور که الحال بدیاپور اشتهار دارد صانه الله عن الخطر والفتور شروع در مسوده این اوراق شد و منه تعالی التوفیق والله اعلم بالصواب

باب اول

در ذکر ابتدای سلطنت بادشاهان بهمنی در دکن و زوال ایشان

ذکر سلطان علاء الدین بهمن شاه

بر اذکیا پوشیده نماند که در باب نسب ایشان روایات مختلف بنظر رسید بعضی بر آنند که نسب پوشیده ایشان به بهمن بن اسفندیار بن گشتاسب که از بادشاهان ذو شوکت ایران بوده و ملت مجوس و دین زردشت او در عالم انتشار داد چنانکه اسفندیار را به هند فرستاد تمام هند را مسخر ساخت ملت

مجوس و دین زردشت را شایع ساخت روایت دیگر آنکه ابتدا ارسلطنت
بادشاهان اسلام از پیش حسن گنگو شد و این حسن گنگو جوانی بود از اولاد اکابر
که بواسطهٔ وقایع روزگار پریشان حال می گردید و بے سامان بود روزے
در صحرائی در سایه درختی خوابیده و کفچه ماری که در گزندگی و کشندگی زهر او زیادهٔ
از افعی میبود مانند شاخ گیاهی سبز در دهان کرده و در برابر روی حسن گنگو
سر از زمین برداشته مگس از روی حسن میراند بهمن که این حالت را مشاهده کرده
بفراست دریافت که این حسن را مرتبهٔ عظمی در پیش ست همانجا استاده تا حسن از
خواب بیدار شد و آن ماری سر خود در آورده براه خود رفت بهمن پیش حسن
آمد و از احوال نسب او پرسید صورت حال چه بود تقریر کرد کانگو پندت
بعرض حسن رسانید که شما را مرتبهٔ عظیم در پیش است پرسید که این سخن از کجا
میگوئی گفت ازین حال که من مشاهده کردم که شما در خواب بودید و ماری
عظیم بزرگ آمده شاخ گیاهی سبز در دهان گرفته از روئے شما مگس میراند
چون شما از خواب بیدار شدید خادمانه سر فرود آورده رفت خیلے مرتبهٔ عالی
می باید که جوانئے ضارّه بیاید درین چنین خدمتی به تقدیم رسانند من بعد ازین
بامیدواری تمام خدمت خدام از روے اخلاص میکنم شاید که مرا هم از
یمن توجه منزلتی و حالتی روی نماید این التماس در بندگی دارم که اسم مرا
باسم خود شریک ساخته شما و اولاد شما در فرامین خود را بهمنی می نوشته باشند
حسن این معنی را قبول فرموده خود را بهمنی می نوشت دهشتده نفر از اولاد
حسن که بر مسند تکیه میزدند خود را می نوشتند چون حسن کانگو را طریقه خدمتی نزد

شیخ الاقطاب شیخ محمد سراج جنیدی رحمۃ اللہ علیہ بود و اکثر اوقات در بقعہ
او حاضر بود روزی شیخ در حالت وضو ساختن در موضع گونجی کہ از مضافات
مرچ کہ الحال بہ مرتضی آباد مشہور است دستار از سر برداشتہ کہ مسح سر کند
حسن کانگو دستار شیخ برداشتہ بر سر خود نہاد شیخ فرمودند کہ حسن از ما تاج سلطنت
میطلبی چوں چند روزی بریں گذشت روزی حسن اظہار بی چیزی و
پریشانے کرد شیخ فرمودند کہ الامور مرهونة باوقاتها چوں ولایت کفرستان
و دار الحرب بود و مسجدی نبود شیخ بنای مسجد نہاد و مسلمانان اتفاق کردہ
شیخ را در عمارت مدد می دادند اتفاقاً حسن ظرفی بزرگ پُر خاک کردہ برداشت
شیخ فرمودند کہ حسن می خواہد کہ بار دنیا بردارد شیخ روزی در خواب بود و
آفتاب بر ایشاں می تابید حسن بجا در خود شیخ را سایہ کردہ شیخ چوں
از خواب بیدار شد و ایں حال را مشاہدہ کردہ فرمودند حسن از ما چیزے
طلبد اتفاقاً روزی مادر حسن بخدمت شیخ آمدہ پارۂ از پریشانی حال حسن
بعرض رسانید شیخ فرمودند کہ در فلاں موضع شروع در زراعت کنند کہ مقصود
شما حاصل است ایشاں بہ حسب فرمودۂ شیخ در کار زراعت مشغول شدہ قضارا
دراں زمین آثار و علامت چند مثل بنائے گنج و سنگ ظاہر گشت شیخ را اعلام
دادند شیخ فرمود کہ شکر باری تعالیٰ عز اسمہٗ بجا آورید کہ مطلوب بما رسید لئن
شکرتم لازیدنکم شب حسن در خدمت استادہ بود شیخ فرمودند سلطان
لشکر جمع کنید و غزا کنید تا کفرستان را بحوضہ اسلام در آورید حسن عرض کرد کہ
غزا را استعداد باید و الحال بر ما فاقہ غالب است شیخ فرمودند کہ حق سبحانہ و تعالےٰ

شمارا خزانہ مرحمت دست دادہ شیخ حسن را گرفتہ بہ آں زمین کہ زراعت فرمودہ بودند رفتند و خزانہ را ظاہر ساختند حسب الامر شیخ بقدر ضرورت زر برداشتہ صرف لشکر کشی نمودہ شیخ را آگاہ ساختند و کانگو پندیت دریں خدمت تا نہایت سعی کوشش بجا آوردہ شیخ فرمودند کہ شب جمعہ حاضر باشید کہ روز موعود است چوں شب جمعہ حاضر شدند با لشکر شیخ فاتحہ خواندہ کمر شجاعت بر میان حسن کانگو بستند و بہ طرف مرچ نام زد فرمودند چوں بحوالی مرچ رسیدند حاکم قلعہ رانی درگاوتی عورتے کافرہ بود دلے خبر از قلعہ بعزم سیر بیروں آمدہ بود چوں باہم رسیدند شروع در نبرد شد

دریائے مصاف گشت جوشاں گشتند مبارزاں خروشاں

شمشیر ز خوں چوں جام در دست میکرد جو جرعہ خاک راست

بعد ازاں نبرد مسلماناں بسیار غالب گشتہ رانی درگاوتے اسیر شد و لشکر اسلام دلیر در قلعہ مرچ در آمدہ و بعد از فتح عریضہ در بندگے شیخ نوشتند شیخ از خبر فتح اسلام شاداں گشتہ در جواب نوشت کہ قلعہ را مبارک آباد نام کنید کہ بر شما و اہل اسلام مبارک است و در سنہ ثمان و اربعین و سبعمایہ فتح نمود و شیخ فرمودند کہ پیشتر ارویدہ کہ ہمانجا فتح از شما است آنقدر ولایتی کہ در حوالے مبارک آباد بود از اطراف و جوانب تمام در قبضۂ تسخیر در آورد و روز بروز قوت و شوکت در اہل اسلام زیادت میشد و ہر چند منازعی دراں حوالی بود تمام از میاں برداشت و خاطر از جانب مخالفان جمع نمودہ بہ صلاح شیخ متوجہ گلبرگہ شدند چوں بحوالی رسیدہ اوضاع و اطوار قلعہ و حاکم

انجا به خاطر آورند جمعیت واستعداد او مشخص شد با خود اندیشه کردند که لشکر ما
با ایشان مقابله نمی تواند کرد. احوال بعرض شیخ رسانیدند شیخ در جواب فرمودند
که در شب چهارشنبه پیرون راؤ البته به زیارت بت خانه خود که در سه فرسخ
واقع است می رود در همان وقت شما متوجه قلعه شده بروید که این فتح را
به شما داده اند حسن کانگو خوشحال گشت قدم بوس شیخ کرد. همان شب
متوجه قلعه شده اهل قلعه به گمان آنکه پیرون راؤ است که می آید دروازه قلعه
کشودند حسن کانگو خوش دلیرانه به قلعه در آمده واهل قلعه را بیرون کرد چون این
خبر به پیرون راؤ رسید سراسیمه از بت خانه بازگشته با لشکر اسلام نبرد آغاز کرد
و از جانبین قتال بافراط دست داد ولشکر اسلام تیرباران آغاز کرد.

زبس تیرباران کنون آمدی   بجائے نم از ابر خون آمدی

در آن تیرباران تیری بر مقتل پیرون راؤ آمده جان او به مالکان دوزخ سپرد
و بقیت لشکر پراگنده ومتفرق شدند وسر پیرون راؤ نزدیک دروازهٔ قلعه دفن
کردند هنوز آثار وعلامت آن جا یافته شود وگلبرگه را باحسناباد موسوم ساختند
وحسن کانگو بی منازعی در تخت شهر حسناباد مسند سلطنت وجهان گیری قرار گرفت
وخطاب مستطاب خود را به سلطان علاء الدین بهمن شاه مقرر ساخت وکانگو
پنڈت را صاحب اختیار ساخت واین شرط میان ایشان شده بود که اولاد
سلطان علاء الدین وتمام اولاد خود را بهمن شاه می نوشته باشند ونسل شرو هم که
شاه ولی الله باشد که آخر اولاد بهمن شاهی است هم خود را بهمن شاه می
نوشت واین فتح هم در تاریخ سنه ثمان واربعین سبعمائة وتاریخ جلوس

تمام یکی شده و مدت سیزده سال و ده ماه و بست و هفت روز به صلاح تقویت عیش و کامرانی گذرانیده و در تاریخ سنه احد و ستین سبعمائته این جهان فانی را وداع کرد و در طریقه مریدی حضرت شیخ ثابت قدم و راسخ دم می بود و عهد اولاد خود را نیز درین باب مبالغها فرمود و فرزند ارشد خود سلطان محمد را ولی عهد خود گردانید

ذکر سلطنت سلطان محمد شاه بهمنی

سلطان محمد بعد از فوت پدر مسند جهانبانی بنور قدوم منور گردانید و بادشاہے بود که با سپاہے و رعیت به خلق و لطف سلوک و زندگانی میکرد و از و آثار و علامت بسیار مانند و مثل پدر در مریدی شیخ ثابت قدم بود و نام نیک از و یادگار ماند و مدت سلطنت او هژده سال و هفت ماه و نوزده روز بود و در تاریخ ۷۸۰ سنه ثمانین و سبعمائته تخته تابوت را بر تخت سلطنت اختیار کرد و مجاهد شاه را ولی عهد خود گردانید۔

ذکر سلطنت مجاهد شاه بلوند بهمنی

بعد از فوت پدر مجاهد شاه بر مسند حکومت تکیه فرموده و بلوند با صطلاح دکن قوی هیکل را گویند وقتی سی سیر که هر سیری هفتاد و دو درهم شریعت طعام می خورد و روزے سه نوبت میخورد که روزی نود سیر باشد والعلم عند الله و معتاد بادشاهان چنین بود که در وقتی که بر تخت سلطنت می نشیند شیخ محمد سراج پیرهنے و دستارے تشریف میدادند آنرا پوشیده تیمناً بر تخت می نشیند مجاهد را نیز همان معتاد داده بر تخت نشانیدند و مجاهد هر روز در خانقاه

شیخ آمده بمهات دیوان مشغول می شد روزی بعرض شیخ رسانید که داعیه غزا دارم که بر سر کفره رفته در رونق دین و اسلام بکوشم. شیخ فاتحه خوانده او را رضا داد. مجاهد هر روز در استعداد لشکر مشغول بوده به لشکر بیکران بر سر قلعه ادونی رفته یک سال قلعه را محاصره کرد آب بر اهل قلعه کم شد و روزی در اضطرار حاکم قلعه بیرون آمده عهدنامه حاصل کرده همراه نائب مجاهد شاه به قلعه رفت که خالی کرده تسلیم نماید منقول است که یکی از خادمان شیخ فرمود و بعرض رسانید که مجاهد از شما فتح نامه گرفته و از دیگران هم نوید فتح یافته شیخ فرمودند که ما فتح را خود باز گرفتم خادم بایں مضمون رقعه شیخ به مجاهد شاه رسانید چوں مجاهد مضمون رقعه به خاطر آورد. روی به پاکاں دولت آورد و گفت پدران ما از عقل عاری بوده اند ایں فقیراں که همیشه گرسنه و تشنه می باشند پادشاهی دادند و گرفتن به ایشاں چه نسبت دارد به شیخ گفتند که شما را به ایں فضولی چه کار به ادب باشید و الا شما را ادب خواهم فرمود خادم در جواب گفت که اگر ایں نیت دارید ایں فتح شما را هرگز میسر نخواهد شد قضا را در آں شب باران که بسیار شد قلعه از آب معمور گشت اهل قلعه از صلح کردن پشیمان گشته در استحکام قلعه کوشیده نائب مجاهد شاه را سر بریده در توپ نهاده به جانب لشکر مجاهد انداختند مجاهد چو از مخالفت اهل قلعه باخبر شد مراجعت نموده به شهر حسناباد آمد در بیرون نزول کرد که روز دیگر به ساعت سعد داخل قلعه شود و خادمان شیخ را تهدید بسیار نموده و حبشی دا فره در سلک امراء و غیره جمع شده بود و از ایشان علی که مخالف

مزاج مجاہد بود صادر شده و مجاہد گاہی ایشان را تہدید میکرد و ایشان خوف و ہراس بسیار از مجاہد داشتند روز دیگر مجاہد را بے سر بر تخت یافتند دانستند که مرتکب این امر خطیر حبشیان شده اند و خلایق چون نسبت مریدی باشیخ داشتند نگذاشتند که مجاہد را در مقبره بادشاہان دفن نمایند قریب بہان روضه دفن کردند

ذکر سلطنت داود شاه بن محمود خان بہمنی

امرا و ارکان دولت داود شاه بہمنی برداشتند به سلطنت و سلطنت او امتدادی نداشت مدت یک سال و یک ماه و سه روز بر مسند جہانداری تکیه کرد و حظے از سلطنت نبرد و با حسرت بسیار و آرزوئے بے شمار به قدرت ملک جبار تخت روادع کرد و بقاع فانی را گذاشت و برادر خود محمد شاه بن محمود خان را ولی عہد گردانید۔

ذکر سلطنت محمد شاه بن محمود خان بہمنی

بعد از فوت برادرش محمد شاه مسند حکومت و سلطنت را بعز قدوم خود مشرف مزین ساخت و مدت مدید بعیش و کامرانی روزگار گزرانید و با خلق باحسن وجہے زندگانی می نمود۔ در داد و دہش بے نظیر بود و مہمات سلطنت را برونق تمام سرانجام داده بود و سپاہی و رعیت از سلوک او شاکر بودند و در تاریخ ۸۰۱ ہشتصد و یک داعی حق را لبیک اجابت فرمود۔ و مدت سلطنت او نوزده سال و شش ماه پنج روز بود بعد از و سلطان غیاث الدین بر تخت نشست یک ماه و شش روز بر مسند حکومت زندگانی کرده بدار البقا

خرامید و سلطان شمس الدین بن سلطان محمد بن محمود بر تخت سلطنت قرار گرفت مدت پنج ماه و دوازده روز بر مسند حکومت زندگانی کرده به اجل موعود سفر آخرت در پیش گرفت و عالم فانی را به دیگران گذاشت بعد از وارکان دولت واعیان حضرت قرعهٔ فال بنام سلطان عادل کامل صالح انداختند.

ذکر سلطنت فیروز شاه بن احمد خان بهمنی

چون سلطان فیروز بر تخت سلطنت بعز قدوم خود زیب و زینت داد و در فیض و کرم و عدل و انصاف بر روی جهانیان اکشود بادشاهی صاحب خیر کریم النفس دین دار بود وجه معاش خود از کتابت مصحف حاصل می کرد و حرم محترم لباس ها را نقش کرده می فروخت و معاش خود را از آن مهیا می ساخت در ملک گیری و جهانبانی نظیر نداشت و آثار و علامت او در صفحهٔ روزگار بسیار مانده از انجمله شهری در کنار رودخانه کرشنا ساخت و عمارت عالی در آن شهر بنا نهاده با تمام رسانید و حصارے از یک فرسخ در دور آن کشید از سنگ تراشیده و مدتی بعیش و کامرانی در آن شهر روزگار گذرانید از وقائع روزگار باران بسیاری در ولایت دیگر بارید و آن آب نهر به مرتبه طغیان کرد که تا سه چهار فرسخ روی صحرا آب خراب شد و خرابی بسیار دست داده و در شهر و کوچه و بازار آب به مرتبه بلند شد که سلطان فیروز با فرزندان هفت شبانه روز در ایوان مرتفع بسر برد و هنوز آن حصار و شهر باقی است اما آن معموری نمانده این شهر به فیروز آباد اشتهار دارد منقول است که روزی با حرم محترم خود در ایوان نشسته بود و دامن آن ایوان گذرگاه

خلایق بود فقیری درگذار آمد سلطان کسے را فرستاده توشه که جهت گدائی
کرده بود طلبیده دید نان ذرت در آنجا بود دندر کرد که دیگر بغیر نان ذرت
دو وقت چیزے نخورد و گفت تا وقتی که تمام گدایان شهر بغیر از نان گندم
وحلوا نخورند من گندم نخورم بعده در شهر حکم کرد در معموری ولایت
ورعیت ولایت آنچنان معمور و آباد شد که گندم را اعتباری نماند وهمیشه
توشه دان فقیراں می طلبید و می دید نان گندم وحلوا داشت خاطر را
جمع کرد اوصاف سلطان فیروز اظهر من الشمس است و انور من القمر
منقولست که اکثر اوقات ایشاں به کتابت مصحف بیشتری فرموده اند
وجزو جزوی نوشته اند وفی سبیل الله به هر کس می داده اند نسخ را بارونق
واسلوب استاداں می نوشته و در خلوت لباس صوفیانه می پوشید
اند وباکمال مجرد دست ارادت داده طریقه پیری و مریدی میان ایشان ثابت
بود و در برابر گنبد خود گنبدی جهت او بسته اند و بکمال تکلف درید حوض که
سلطان در حین حیات خود بسته اند والحال حوض و گنبد برقرار است وادب
درویشی باوجود مرتبه وعظمت وشوکت سلطنت بداں مرتبه میکرد هر کروز
چهار هزار سوار وهشت هزار پیاده و چهار صد فیل در دولت خانه ایشاں
پاسبانی کرده اند وقتی به خاطر اشرف ایشاں رسید که از برائے خاطر
یک نفس ضعیف من ایں قدر از بندگان حق سبحانه تعالی تشویش میکشند
چه احتیاج است به نصف مقرر فرمودند و بعد از چندگاه آنهم منع شده
ومهمات سلطنت از قلیل وکثیر حواله به سلطان احمد نموده خود به عبادت

باری تعالی مشغول می بوده اند و مهمات سلطنت سلطان احمد بدرجه عالی
رسیده امرا و ارکان دولت و سپاهی تمام در ضبط خود در آورده خیال
مخالفت داشت روزے شخصی بعرض سلطان رسانید که سلطان احمد دم
از مخالفت و استقلال میزند و در خاطر دارد که شما از میان بردارد او خود
بادشاه شود شما هوشیار در کار باشید فرمودند که با تقدیر چه چاره و یقین
است که بعد از من او بادشاه خواهد شد مشهور است که هفتاد نفر از سپاهیان
که مخالفت سلطان فیروز می فرمودند و سلطان حکم قتل ایشان کرده بود و سلطان
احمد گناه ایشان از بادشاه درخواست کرده ایشان را نگذشت و قرب و
منزلت ایشان زیاده کرد این جماعت در قتل سلطان فیروز با سلطان
احمد متفق شدند و غلامان حبشی در خدمت سلطان بسیار بودند و خدمت
حضور اکثر با ایشان رجوع بود از انجمله غلام حبشی که جامه خانه حواله او بود هر صبح
لباس سلطان آورده در خلوت به سلطان می پوشانید سلطان احمد
چون قرب و منزلتش بدرجه کمال رسیده دید می خواست که سپاهیان
و حبشیان را به وعده و وعید فریب داده در قتل سلطان فیروز با خود متفق
ساخت روزے سلطان احمد بقصد هلاک سلطان فیروز باستعداد تمام بدر
خانه سلطان فیروز رفت پاسبانان سلطان فیروز آن حال مشاهده کردند
با مردم سلطان احمد نبرد آغاز کردند و از جانبین مردم بسیارے به قتل آمدند
عاقبت حبشی جامدار که محرم بود گفت به پاسبانان که میروم و سلطان
فیروز از حربه سلطان احمد آگاه سازم و به سلطان احمد قرار داده که در وقت

نبرد درخلوت من کار سلطان را با تمام میرسانم فرصت یافته به خلوت خانه سلطان فیروز در آمد سلطان به تلاوت کلام الله مشغول بود آں بدبخت حبشی به خنجر کار سلطان با تمام رسانیده خلق را از قتل سلطان فیروز آگاه ساخت لشکر سلطان چوں از قتل آگاه شدند از معرکه برگشته هر یک گوشه گرفتند بعضے از امرا پسر بزرگ سلطان فیروز را به سلطنت برداشتند هماں لحظه سلطان احمد پسر را به قتل آورده بر سریر سلطنت قرار گرفت مدت سلطنت فیروز شاه مظلوم مرحوم بیست و پنج سال و هفت ماه و دوازده روز و مدت حکومت هشت نفر از بهمن شاهیه در شهر حسناباد هشتاد و دو سال و پنج ماه و هژده روز بود والله اعلم۔

ذکر سلطنت سلطان احمد ولی شاه بهمنی

در شهر محمد آباد که الحال به شهر بیدر مشهور است بعد از قتل سلطان فیروز سلطان احمد بر مسند سلطنت و جهانداری تکیه زد و استقلال تمامی بهم رسانید روزی بعزم شکار بحوالی محمد آباد رفته بود سگی دنبال خرگوش گرفته بود خرگوش برگشته با سگ در آویخت و بر سگ غالب شود سلطان احمد چوں ایں حال مشاهده کرد گفت آب و هوای ایں زمین شجاع و دلیری نماید به نحویکه خرگوش بر سگ غالب میشود اگر ما اینجا شهرے بسازیم که تخت گاه سلطنت باشد مردمی که انجا متولد می شوند و به آب و هوا ایں سرزمین نشو و نما یابند به یقین شجاع و مردانه خواهند بود دیگر آنکه در شهر حسناباد که خوں سلطان فیروز در آنجا ریخته شده میمنت بنود که تخت گاه سلطنت باشد بنابراں

در ساعت سعد ثابت که درجهٔ طالع وقت از نحوس خالی و بسعود ناظر شهر محمدآباد
را طرح انداخت و باندک روزی آتمام شهر پذیرفت و مدت حیات در آن
شهر بعیش و کامرانی گذرانید و در زمان سلطنت او مخدوم خواجه جهان از خراسان
بعزم تجارت آمد و برشد و قابلیت خود در میان مهمات دیوانی در آمده خدمت
چهار پادشاه کرد و همیشه در دولت خواهی و نیکو بندگی سرانجام مهمات می
نمود تا در آخر سلطنت محمد شاه بن همایون شاهی بدرجه شهادت رسید و نام
نیکو در جهان یادگار گذاشت و سلطان احمد در هشتصد و سی سال هجری
تخت سلطنت را بیمن قدوم خود مشرف و مزین ساخت و در تاریخ مذکور بناء
شهر مذکور نهاده و و از ده سال و نوماه و بست و چهار روزی منازعی بخوشحالی
و نیکنامی گذرانید در سنه هشتصد و چهل و و د جهان فانی را وداع کرد۔

والله اعلم

ذکر آمدن مخدوم خواجه جهان بدکن و بخدمت سلاطین فایز شدن و رسیدن بمرتبه عالی

نقل است که مخدوم خواجه جهان مردی عاقل فاضل جهان دیده و
پُر جمعیت بود و بحسب اتفاق به بندر دابل الحال به بندر میمون مصطفی آباد
اشتهار دارد رسید و اوضاع و اطوار مردم این ملک در نظر او عجیب و غریب
نمود روزی در بازار در دکان سوداگری نشسته بود حاکم بندر با عظمت و
شوکت تمام از میان بازار در سنگاسن نشسته بگذشت بلبلی در سر دست
و آن بلبل مشغول خواجه از آن حال تعجب نمود با خود اندیشه کرده گفت

معلوم میشود که مردم این ملک ساده لوح و بازی کوش اند شان وعظمت دنیا
و دنیاداری نیافته اند با مردم این ملک بوجه جمیل زندگانی می توان کرد
و از صحبت ایشان فیض کلی می توان یافت و مراتب عالیه حاصل می توان
کرد خود را به پایهٔ سریر سلطنت باید رسانید چون فرمان جهان مطاع صادر
گشته بود از جانب سلطان احمد که از غربا و سوداگران غریب از هر جانب
که بیایند بنا بر آن تحفه و هدیه چند فراخور حال حاکم بندر مستعد نموده بخدمت
حاکم شتافته استدعا آراستن پایهٔ سریر خلافت اصرار نمود حاکم عذر بیان
کرد خواجه گفت مسافرت بسیار کرده مثل ولایت روم و شام و مصر و خراسان
و ترکستان و غیره همه جا گشته دیده ام و تحفه هائے نفیس گوناگون
که لائق پادشاهان عالی مقدار است بهم رسانیده ام حق ست که این ها
بنظر پادشاه درنیاید درین باب عریضه بخدمت پادشاه و ارکان دولت
نوشته ام مع پیشکش چند شما هم درین باب دو کلمه بارکان دولت بنویسید
شاید اثری بخشد و مطلوب و مقصود ما حاصل شود و شما را اجر عظیم من عند الله
حاصل شود حاکم بندر عریضه به بادشاه و ارکان دولت نوشته مع عریضهٔ
خواجه به ارکان دولت رسید چون بر مضمون عرائض اطلاع حاصل کردند
با یکدیگر مشورت نموده به اتفاق بعرض سلطان احمد رسانیدند سلطان
مطلق به آمدن خواجه راضی نبود و گفت که غریبان مردم عاقل مدبر اند
و زود آدمی را فریب می دهند که به حضور آمده به اندک روزی صاحب اختیار
و صاحب قدرت خواهد شد آنجهان که شما هم آزرده خاطر شوید امرا بعرض

رسانیدند از یک مرد سود اگرچه می شود سلوک او را که دیدیم اگر لایق خدمت
شند چند روزی خواهد بود و الّا در دجهات او را سرانجام نموده رضا
داهم داد چون ارکان دولت بجد گرفتند بادشاه هم رضا فرمود باندک
روزی خواجه با اسباب بشهر بیدر آمده ارکان دولت را یک یک
دیده مدعیات عرض نموده و اصلاح ایشان پیشکشی بادشاه چند راس
اسپ تازی وچند خروار قماش از تحفهای نفیس وچند نفر غلام ترک
وحبشی از قسم لولو وجواهر اعلی نفیسه وچند مصحف خوش خط بزینت
چون بدرگاه رسید یکی از آن مصحفها بر سر خود گرفته و باقی بر سر غلامان نهاده
به حضور آمد چون بادشاه اطلاع یافت که آنچه بر سر دارند مصحف است
بادشاه بی اختیار از تخت خود برخاست و مصحفی که بر سر خواجه بود
برگرفته و او را بوسیده بر سر نهاده بر گوشهٔ تخت نهاده روی بارکان دولت
کرده بزبان خواص گفت که خواجه هم در اول مجلس بر ما حکم کرده بواسطهٔ
تعظیم کلام الله از تخت فرود آورده باید دید که پیشتر چه خواهد کرد بادشاه
تحف و هدایا بنظر اشرف در آورده به محلها فرستاده و بادشاه از خواجه تفحص
احوال بادشاهان می نمود و خواجه بتقریر دلپذیر جوابها می گفت و اوضاع
واطوار و رسم و رسوم ممالک تحقیق می کرد و بادشاه از محاوره و
تقریر خواجه شگفته شده در تحقیقات پیشتر مبالغه می فرمود چون صحبت خواجه
بادشاه را بغایت خوش آمد امر نمود که هر روز بخدمت می آمده باشند
وخواجه را تشریفات فاخر سرفراز فرمودند و منزل رفیع وسیع از جهت خواجه

مقرر فرموده خواجه به طریق سایر خدمت گاران هر روز به آستان بوسی
می آمد و هر وقت که می آمد البته تحفه پارچه غیر مکرر می آورد نظر محبت
و مرحمت و عنایت بادشاه متزاید می شد تا کار بجائی رسید که در امور
ملکی و مالی با خواجه مشورت می فرمود آنچه به صلاح و صورت دید خواجه عمل
میکردند زیاده از توقع بادشاه سامان می یافت درین معنی موجب ازدیاد
بادشاه شان و عظمت خواجه می شد درین اثناء سلطان احمد به رحمت حق
واصل شدند قالوا انا لله وانا الیه راجعون۔

ذکر سلطنت سلطان علاء الدین فرزند بزرگ سلطان احمد

چون سلطان علاء الدین بهمن شاه برجائی پدر و بر مسند جهانبانی
قرار گرفت و رعایت خاطر مخدوم خواجه جهان زیاده از زمان پدر میکرد
و خواجه را بدولت خواهی و ضبط ممالک سعی جمیل مشکور می داشت
و منافع بے حد و قیاس هر ساله بنظر بادشاه در می آورد و جمع خزانه می شد
و خزانه آنچنان معمور شد که در زمان بادشاهان سابق عشر آن جمعیت
در خزانه نه بود و اکثر اوقات لشکر بسرحد کفره می فرستاد و ملک ایشان
را مسخر می ساخت و از جماعتی هر ساله به طریق جزیه زری می گرفت
و لشکر بادشاه بهر ملکی که می آوردند مظفر و منصور مراجعت می فرمودند
و از اطراف و جوانب و از هر ملکی سپاهی و سوداگر روی بدار السلطنت
شهر بیدر آورده جمعیتی دست داد که در زمان سلاطین ماضیه واقع نشده
بود و سلطان علاء الدین در نهایت کامرانی و عشرت روزگار می گزرانید

سپاہی و رعیت عیش و عشرت بسر می بردند و ارباب استحقاق رعایت بے نہایت می یافتند و فضلاء و علما و شعر بے حد و قیاس دراں عصر جمع شدند و ہریک را فراخور احوال تعینات مقرر کردہ بودند چوں سلطان را اجل موعود در رسید و عالم فانی را وداع کرد ہمایوں شاہ را ولی عہد خود گردانید و در تاریخ ہشتصد و شصت و شش سال رحلت فرمود مدت سلطنت بست و سہ سال و نہ ماہ و ہفت روز بود ۔

ذکر سلطنت ہمایون شاہ بہمنی در شہر بیدر

چوں ہمایوں شاہ بر مسند سلطنت قرار گرفت خلائق را بعدل و انصاف نوید دادہ در ضبط ولایت و رعایت احوال رعیت کوشید با خلق بحسن سلوک معاش میکرد تا مدت یک سال و یک ماہ بعد ازاں بہ مرض موت برحمت حق واصل شد نام نیکو گذاشت و در تاریخ ہشتصد و ہفت و پنج رخت بعالم عقبیٰ کشید و ازیں تاریخ مفہوم میشود کہ ہمایوں بہمنی بغایت ظالم بود یکی از شعراء آں زماں در تاریخ وفات او ایں قطعہ گفتہ است

ہمایوں شاہ مرد و رست عالم تعالی اللہ زہے مرگ ہمایوں
جہاں پر ذوق شد تاریخ مرگش ہم از ذوق جہاں آرید بیروں

لفظ ذوق جہاں تاریخ فوت اوست و مسند جہانبانی را بفرزند ارجمند حمیدہ خصال کوچک سال گذاشت علیہ الرحمۃ والغفران

ذکر سلطنت سلطان محمد شاہ بہمنی و فتح کنجے

بعد از پدر محمد شاہ را پایہ سلطنت برداشتند چوں در ایام شباب بر مسند

حکومت تکیه کرد والده او بی بی مخدومه جهان باتفاق خود مخدوم خواجه جهان متوجه سرانجام مهمات شده درضبط ملک وعدل وانصاف کوشیده چنانکه مردم عدالت نوشیروان را فراموش کردند در ملک گیری و دفع کفره نهایت سعی کوشش بجای آوردند واکثر ملک تا ولایت گنجی وکالنجر تمام در قبضه تصرف اهل اسلام درآمد وهر روز فتحی مجدد روی می نمود وبعضی از کفره از غائت عجز وناتوانی قبول کردند که هرساله مبلغ کلی از نقد وجنس واسپ وفیل واسلحه بدرگاه جهان پناه می رسانیده باشد وبعد ازمراجعت از غزا ورسیدن به مکان عز وشرف بی بی مخدومه را بیماری عارضه شد واطبا وحکما درمعالجه نهایت سعی وکوشش بجای آوردند چون پیمانه پر شده بود سعی کوشش مفید نیامد وبرحمت حق واصل شده در واقع منبع فیض بود وفیض عام او غریب وصغیر وکبیر ومسلمان وکافر را احاطه کرده دریافته بود ذکر جمیل او هرچند کنند از هزار یکی بیان نخواهد شد وبنای خیر وبرکات بی حد وازو یادگار مانده مخفی تاریخ وفات آن خدیجه دوران به نظم عربی آورده

درة التاج مریم الآثار	اذا اجابت ندا آرد اعیها
ملهم غیب قال فی التاریخ	اید الله ملک وارثها

بعد از فوت والده سلطان محمد شاه بهمنی چون به مرتبه رشد وکیاست رسیده بود خود متوجه بمهات لشکر ورعیت پروری مشغول گشت ومخدوم خواجه جهان بطریق که خدمت جد آبای ایشان کمال دولت خواهی

نیکو بندگی بجای می آورد بعرض بادشاه رسانیده که هنوز جزیره گووه در
تصرف کفره است و بندر بزرگ سیر حاصل و این جماعت تغلب بسیاری
با مسلمان گواه می کند سلطان خود می خواست که بر سر جزیره گووه رود در خواجه
مستعد شد که احتیاج است که خود متوجه این مهم شوند هر کدام از امرا که میفرمایند
این مصلحت را سرانجام می توانند کرد سلطان محمد فرمود که بغیر از شما هیچ کس
از عهده این مهم بر نمی آید، مخدوم خواجه جهان تسلیم کرده باستعداد تمام متوجه
جزیره گووه شد در حوالی گووه مدتی نشسته راهها را بر ساکنان جزیره بسته
منع غله و خوانات کرد با اکابر ایشان مشوره شد و قحطی عظیم بجای رسید که
بمردار خوری راضی شوند میسر نبود مال بسیاری قبول کردند و جزیره را تسلیم
نمودند و خواجه بعد از فتح گووه متوجه حضور شد و شان و مرتبهٔ خواجه بجائی
رسید که مافوق آن متصور نه بود و خلائق را بانعام عام خود مفتخر و سرفراز
میساخت و مدرسه ساخته بود که قریب یکهزار حجره داشت و در تمام این
حجره فضلا و علما ساکن بودند و چند مدرس در آن مدرسه تعین فرمودند که
بر مسند افاده نشسته طلبه را درس می گفتند و وظیفه مدرسان و طلبه
تمام از خاصه خود مقرر کرده بود و سادات عظام و اهل استحقاق را از عنایت
بیش از بیش می کرد شخصی از شعرا تاریخ مدرسه را به نظم آورده۔

آن مدرسه رفیع محمود بنا — چون کعبه شد است قبلهٔ اهل دعا
آثار قبول بین که شد تاریخش — از آیهٔ ربنا تقبل منا

منقول ست که مخدوم خواجه جهان اکثر اوقات عریضه بخدمت

سلطان حسین مرزا بایقرا می فرستاد و از جانب ایشان استمالت نامه‌های آمد و بوسیله او میان بادشاهان بهمنی و بادشاهان (۲۳) ایران رسل و رسایل روامی شد و ربط و داد و محبت مستحکم بود، چون خواجه جهان در کمال دولتخواهی بود مردی عاقل از غایت فضیلت داشت و در اکثر علوم رسایل نوشته دو سه رساله انشاء ایشان بنظر راقم حروف رسیده و اکثر رسایل او در میان علماء هند شایع بود اما الحال تفحص بسیاری نموده چیزے بدست نیامد بواسطه افترات و انقلابات متفرقه شده و عظمت مخدوم خواجه جهان به مرتبه کمال رسیده بود سلطان محمد شاه را ملاحظه بسیاری بهم رسیده چون این معنی به ارکان دولت ظاهر شد چون همیشه رشک و حسد دنیا دارے بود فرصت یافته شروع در فتنه انگیزی و فساد کردند و بادشاه را ازو برگردانیده از اطراف و جوانب مردم بر می انگیختند و بصد هزار طریق فریاد او را به بادشاه می رسانید و بادشاه را ازو برگردانیدند بمرتبه که بادشاه بخون او تشنه شد و خواجه برین مضمون واقف شده بود و میسر داشت که به طرف بیرون رود و خود را بجاے برساند که دفع مضرت ایشان از خود بکند چون نمک پرورده این دولت خانه بود- و قریب پنجاه سال در سایهٔ دولت ایشان به تربیت یافته بود و به شوکت و عظمت و کامرانی گزرانیده حقوق نعمت منظور ساخته رضا به قضا داده میگذرانید مخالفان فرصت یافته رضاے قتل او از بادشاه حاصل کرده خواجه مظلوم را شهید ساختند و سامعی نام شاعری تاریخ شهادت بنظم آورده که

چون خواجه جهان را هر کز خرامخواری · در دل نه بود و میکرد پیوسته جان سپاری

کشت او شهید و مرحوم ای سامعی تحقیق   تاریخ کشتن او جوی از حلال خواری

ومخدوم خواجه جهان مرحوم شهید را در مدرسه که خود ساخته بود مدفون کردند رحمة الله علیه در اوصاف واکرام وسخاوت وشجاعت وخلق او احسان کتابها تصنیف کرده اند و در کتابخانه بادشاهانست ومخدوم خواجه جهان در اکثر علوم تصنیفات دارد و در اتم حروف دو جلد از مشآت او دیده علماء عصر قبول دارند که بعد از او مثل کسے نبوده ومحمد شاه بهمنی که مربی تربیتش مخدوم خواجه جهان بود و نسبت به بادشاهان سابق در عقل و دانش و آداب سلطنت وجهانداری امتیاز تمام داشت عاقبت به سخن مفسدان وغرض جویان رضا به قتل مخدوم خواجه جهان داد و این حکم بر و مبارک نبود ایک سال تمام نه شده بود که اسیر تخت تابوت شد و جهان فانی را وداع کرد و تاریخ وفاتش

مر اسلطان محمد شاه مغفور   ز تاریخ وفاتش کرده آگاه

شبی خوش دیدم آنحضرت که فرمود   بهشت جاودانم داد الله

امید که حق سبحانه تعالیٰ او را نبود در رحمت خود بیامرزد اللهم اغفر وارحم

ذکر جلوس سلطان محمود شاه بهمنی وبعضی وقائع در زمان او

یکے از فصحائے عصر تاریخ جلوس آنحضرت بنظم آورده

خورشید جهان پناه سلطان محمود   بر تخت مراد و کامرانی فرمود

تاریخ جلوس حضرتش سمعیا   از خیر عباد جو که یابی مقصود

سلطان محمود بعد از فوت سلطان محمد بر تخت سلطنت وجهانبانی تکیه فرمود و خلائق را بعدل و انصاف نوید داد و بادشاه نیک بخت معدلت

شعار بود و خلائق در زمان او بر فاهیت و عیش و سرور میگذرانیدند و در عزاهمیشه فیروزجنگ بود و استیلا، کفرهٔ ظلمه در زمان او درهم شکست و اسلام قوی شد و وسعت سلطنت و کثرت لشکر و حشم بهم رسید و ملک معمور و خزانه آبادان و سپاهی و رعیت بصلاح و تقوی و عبادات روزگار می گذرانیدند و کثرت خلائق در زمان سلطنت و استقلال او به مرتبه رسید که در اندرون شهر جای خانه بستن نمانده در بیرون شهر از امرا و سپاهی و رعیت شروع در خانه بستن و باغ ساختن کردند و قریب به پنج شش فرسخ عرض و طول معموره شهر بیدر بود و مقربان بارگاه خلافت به تقلید یکدیگر در تکلفات و زینت شهر می افزودند و هنوز آثار و علامات آن پاینده است یا بیت و غلامان ترک و حبشی و لاهوری وغیره بسیار بهم رسیدند بعضی را به مرتبهٔ امارت و برخی را در سلک غلامان جمع کرده بعمل و ضبط ولایت فرستاده و بعضی را در کارخانها حضور خدمات لائق می فرمود و جمعی غلامان ترک و حبشی در اکثر اوقات حضور بادشاه می بودند۔

باب دوم

ذکر نسبت مجلس رفیع یوسف عادل خان بن محمود بیگ ساوی

راقم حروف رفیع الدین ابراهیم بن نورالدین شیرازی در تاریخ سنه ثمان وسبعین تسعمائیه بعنوان تجارت به قصبهٔ ساغر که شهر مشهور است از مضافات دکن هندا است رسید و بخرید قماش ساغر مشغول گشت و در یک فرسخی قصبه

ایست گوگی نام دارد و مقبرهٔ یوسف عادل خاں و اولاد او انجا رست
و آشخانه بزرگ و قریب بده دیهه بزرگ جهت راتب آں آشخانه تعین
کرده اند و قریب یکصد حفاظ در آنجا ساکن اند و صبح و شام به تلاوت
کلام الله مشغول اند و در وقت از آں آشخانه مذکور که به اصطلاح اہل
دکن لنگر گویند طعام از جهت فرزنداں مقرر ساخته و مبلغی کلی بطریق وظیفه
نقد ہر ماه بایشاں می رسانند و درمیان آں جماعت شخصے حافظ شمس الدین
خضری که عمرش زیاده از نود سال بود مردی روزگار دیده که مسافرے
بسیاری کرده بود و در آخر عمر دراں روضه ساکن شده بود در سلک حفاظ بود
و گوشه قناعت و سر قیر و لی نعمت خود اختیار کرده اکثر اوقات در خدمت
متولی آں لنگرخانه حاضر می شد و متولی مروی فاضل و سید و صوفی مشرب
بود مارا با او الفتی بهم رسیده بود به ایں تقریب دراز محل و منزلی بهم رسیده
صحبت ایشاں را غنیمت میدانست و ایں شمس الدین چوں مسافرت
بسیار کرده و وقائع بسیار شنیده و دیده بود گاهی سرگذشت خود و غیره
در آں مجلس می گذرانید سخن او بجایی رسید که گفت در دیار بکر بودم در زمان
سلطنت حسن بیگ آق قویونلو بود نسبت خادمی در آں آستانه داشتم
که دریں اثنا خبر مخالفت امراء جهاں شاهی رسید که با یکدیگر در مقام فتنه
و نزاع در آمده اند و بواسطه جنگ و جدل لشکری و رعیت اکثر خراب و
متفرق شده و می شوند بنابریں بادشاه ذو شوکت حسن بیگ بعزم
تسخیر و لایت آذربائیجان متوجه آں دیار شده چوں به تبریز رسید بساط حیا

جهان شاه بن قرا یوسف را در نور دیده و بر ولایت آذربیجان و خراسان
و عراقین و فارس و کرمان استیلا یافت حکام و داروغگان را بولایت ۲۶
فرستاد و از آن جمله احمد بیگ خواهرزاده خود را بایالت ولایت ساده و مضافات
آن فرستاد احمد بیگ باستعداد تمام در ولایت مذکور پیوست و بعدل و داد
اهتمام لشکر و رعیت پروری سعی جمیل نموده و از اکابر ساوه دختری خواستگاری
نموده در عقد و نکاح در آورد و از و دو فرزندان بهم رسید بعد از فوت احمد بیگ
محمود بیگ که فرزند ارشدش بود بجائے پدر بر مسند حکومت تکیه زد و بطریق پدر
بزرگوار رسم و رسوم عدل و انصاف جاری ساخته قریب به بیست سال زندگانی
کرده بنهایت نیک نامی مشهور شده بود چون حسن بیگ از دار فنا رحلت نمود فرزند
بزرگترش سلطان خلیل بر مسند خلافت جهانبانی تکیه کرد۔ میان او و برادرش
سلطان یعقوب میرزا که در دیار بکر بود از جهت ملک و میراث کار به جنگ و
نزاع رسید و سلطان خلیل در جنگ کشته شد و تخت گاه سلطنت به سلطان
یعقوب مرزا قرار گرفت و بعد از مدتی پهلو به بستر ناتوانی نهاده بسر منزلے باقی
خرامید و امرا فرزند عزیز او را سلطان بایسنقر بر تخت سلطنت و کامرانی نشانیدند
و در زمان سلطنت او نفاقی در میان امرا بهم رسید قصد یکدیگر کردند۔
و سلطان محمود والی ساوه در جنگ کشته شده و اولاد و احفاد او از جور
مخالفان پریشان حال و پراگنده و هر یک بطرفی رفتند و یوسف بیگ
فرزند بزرگ محمود بیگ والی ساوه که هنوز در صغر سن بود به اصفهان
آمده و از انجا بوجه خوف دشمنان بشیراز رفت قریب به پنجسال در شیراز

بود در صحبت اہل کمال تربیت یافته به سن رشد و تمیز رسید و از جفاء غدار
دل گیر و بے سامان گشته داعیه ہندوستان در خاطرش سر زده متوجه
لار شد دریں وقت حافظ شمس الدین خضری که از جمله خدمتگاران
قدیم و نمک پرورده ایں خاندان بود برضای یوسف بیگ بواسطه
بعضے ضروریات در شیراز مانده بود یوسف بیگ چوں به لار رسید از غایت
بیکسی و پریشانی و بے سامانی در مسجد صادق الوقت چند روزی بسر برد شبے
در واقعه دید که پیر مردی در کمال بزرگواری حاضر شد و نانی چند گرم بدست
یوسف بیگ داده گفت که بدکن باید رفت که نان شما در انجا پخته است
چوں از خواب بیدار شد او را تفرحی روی نموده بود و نشاط باطنی بهم رسید بموجب
اشارهٔ غیبی متوجه بندر جرون شده چوں به بندر رسید کسی را نمی شناخت
اتفاقاً خواجه زین العابدین سمنانی سوداگر از جانب سلطان محمود پادشاه
بهمنی با جمعیت تمام از دکن آمده و متاع تمام فروخته و خرید بسیارے کرده از
همه چیز و اسپ بسیارے و غلامان ترک و حبشی وغیره بهم رسانیده و اسباب
خود را تمام جهاز بار کرده که متوجه دکن شود بعضی از غلامان ترک خواجه مذکور
در کنار بودند که یوسف بیگ از کشتی بیرون آمد- جوان نمایان خوش صورت
قوی هیکل ترک نقش دیدند بواسطهٔ خصوصیت ذات پیش آمد- تفحص
احوال او کردند چوں دیدند که تنها و بیکس است او را بخانهٔ خود برده ضیافت کردند
خصوصیت میان ایشاں بجاے رسید که یک ساعت او را نمی گذاشتند
و تحقیقات او بواجبی می کردند و به حقیقت حال او آگاه گشتند باتفاق

به خواجه زین العابدین عرض کردند که ترک اصیل از اکابر ساده بواسطهٔ
اوضاع ملکی از خان وماں وخویش واقربا خود دور افتاده وبسیار آزرده
خاطر و پریشان حال است وقتی که شما مارا بخدمت بادشاه می گذرانید
احوال یوسف بیگ را بعرض رسانید شاید که بگفته شما بخدمت بادشاه
سرفراز شود بعد ازاں طالع وبخت او وانچه نصیب اوست به او خواهد رسید
خواجه زین العابدین چوں یوسف بیگ را دید احوالات او بخاطر آورده
در رعایت او می کوشید و یوسف بیگ در کشتی با غلامان ورزش [illegible] می کرد
تا روزے که بخدمت سلطان محمود بهمنی رسیدند خواجه اسباب [illegible]
غلامان تمام بخدمت بادشاه گذرانید غلامان بعضے بحواله خزانه وبعضی به [illegible]
خانه وبعضی به مطبخ حواله کردند یوسف بیگ را براں جماعتی که بحواله مطبخ نمود
والی ساختند در آں محل بسر می برد منقولست که مدتے در مطبخ بود ومهمات او
سرانجام نیافت دلگیر شده باز به شهر لار رفت و در همان سابق می بود باز
واقعه بطریق اول در خواب دید که ترا به دکن حواله کرده بودیم چرا بے صبری
کردی باز به هماں جای خود برو که چراغ تو در آں محل روشن خواهد شد بایں تقریب
نصیب او را باز بدکن آورده در هماں مطبخ بسر می برد - چوں هوس سپاهی
گیری در خاطر ایشاں بود همیشه کثرت کمانداری ونیزه بازی وشمشیر زنی و
ورزش کشتی گیری را از دست نگذاشت و در مطبخ ورزش خانه ترتیب داده
قریب به پنجاه نفر از غلامان وشاگردان ومطبخیان به طبیعت او ورزش
میکردند واکثر اینها هنرمند وپر قوت شده و یوسف بیگ بروش کشتی

گیران خراسان ایشان را به ترتیب کرده همه تبنان پوستی وزیر تبنان
وزانو بند والف بند بهم رسانیده بودند و هر سحر برخاسته کبادی کشتی و ننگ
و میل گرفتن و بایکدیگر کشتی می گرفتند و معرکه ایشان گرم شده چنان که
اهل شهر گاهی به تفرج معرکه ایشان می آمدند و بعضی بطریق شاگردی
پیش آمده بودند این جماعت شاگردان در استعداد سپاهی گیری شجاعت
به [illegible] کمال رسیده مدتی باین طریق بسر بردند

[illegible]بت یوسف بیگ و رسیدن مرتبه عالی امارات

[illegible]ها تا در دهلی پهلوانی کشتی گیر مشقت بسیاری کرده و در پهلوانی سرآمد
روزگار شده و در اکثر بلاد هند گردیده بر سائر پهلوانان آن دیار غالب آمده
و از اکثر آن دیار منشوری حاصل کرده و شاگردان خوب بهم رسانیده بود
و هوس گجرات کرده با شاگردان به آن ولایت در آمد و بهر جا که رسید
کسی با او مقابله نتوانست کرد و خصمانه با او کشتی گیر بهم نرسید از آنجا منشوری حاصل
کرده بطرف دکن میل کرد و پیش از آمدن او خبر پهلوانی او مشهور شده بود چون
به شهر بیدر رسید سلطان محمود از آمدن او آگاه شد امر فرمود که در روز جمعه
بنوعی که سائر بازیگران و هنرمندان جمع میشوند و هنرهای خود ظاهر میسازند
او هم بیاید و بعضی کشتی گیران که در شهر بودند چون از آمدن او آگاه گشتند
در کثرت کار خود سعی و کوشش بجا می آوردند جد و جهد بیشتر می کردند و
در حضور سلطان بنابر آن هر روز جمعه در آستانه سلطنت و درگاه خلافت